ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

دارالسلام

DARUSSALAM

دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار

چیف ایڈیٹر
عبدالمالک مجاہد

جلد:22 | شمارہ:01 | جنوری 2013ء/ربیع الاول 1434ھ

ربیع الاول کی مناسبت سے سیرتِ رسول ﷺ پر راہنما تحریریں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے



ہم شہرِ نبوی میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں!

دارُالسّلام

مدینۃ الرسول ﷺ میں نئے شوروم کا افتتاح

امام مسجد نبوی کے جذبات و احساسات

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں 15 غیر مسلم امریکیوں کے انٹرویوز

- واقعاتِ سیرت کی استنادی حیثیت
- بعثتِ نبوی کے عورتوں پر احسانات
- جنگلی حیات سے متعلقہ نبی ﷺ کی راہ نمائیاں
- رسول اللہ ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک
- رسول اللہ ﷺ اور بچے

دورِ جدید میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے

مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی • ادبی • تحقیقی • اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

چیف ایڈیٹر ——— عبدالمالک مجاہد

جلد:22 | شمارہ:01 | جنوری 2013ء/ربیع الاوّل 1434ھ

بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ ○ بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

وسعتِ داماں



عالمی منظر نامہ 24

پاکستان کو انتہائی احتیاط سے قدم اٹھانے ہوں گے!

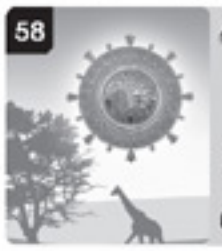
محمد انیس الرحمٰن



سیرت النبی ﷺ 18

سیرت کا ایک گمنام پہلو

محمد نعمان فاروقی



سیرت النبی ﷺ 58

جنگلی حیات نبی ﷺ کی راہ نمائیاں

ڈاکٹر طارق ریاض



مکتوب الریاض 42

اللہ کے رسول ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

عبدالمالک مجاہد

اداریہ	محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرط اول ہے	چیف ایڈیٹر	7
انوارِ حدیث	محسنِ انسانیت ﷺ کے اخلاق حسنہ	فضل اکبر کاشمیری	8
سیرت النبی ﷺ	مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت	محمد رضا تیمور	14
سیرت النبی ﷺ	سیرت کا ایک گمنام پہلو	محمد نعمان فاروقی	18
ورفعنا لك ذكرك	افضلیتِ مصطفیٰ ﷺ	عبداللہ یوسف ذہبی	20
عالمی منظر نامہ	پاکستان کو انتہائی احتیاط سے قدم اٹھانے ہوں گے!	انیس الرحمان	24
تحقیق مسائل	خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت	حافظ حق نواز	27
تحقیق وتدقیق	بعض واقعات سیرت کی استنادی حیثیت	ابوالحسن حافظ عبدالخالق	32
معاشیات	نبی کریم ﷺ اور تجارت	حافظ عبدالسمیع	35
مکتوب الریاض	ہم شہرِ نبوی میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں!	عبدالمالک مجاہد	40
سیرت النبی ﷺ	اللہ کے رسول ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک	عبدالمالک مجاہد	42
مکتوب امریکہ	نبی ﷺ کے بارے میں 15 امریکیوں کے انٹرویوز	حافظ عبدالوحید	47
انٹرویو	سیرت نگاری میں برصغیر کی عالم اسلام پر فوقیت	ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن	51
سیرت النبی ﷺ	جنگلی حیات سے متعلقہ نبی ﷺ کی راہ نمائیاں	ڈاکٹر طارق ریاض	58
تردید نظریات	مستشرقین کا تصور حدیث وسنت	محمد انیس الرحمٰن	61
تعلیم وتربیت	رسول اللہ ﷺ اور بچے	حافظ شبیر صدیق	64
گوشہ خواتین	بعثت نبوی ﷺ کے عورتوں پر احسانات	طارق جاوید عارفی	69
دعوتِ فکر	نبی ﷺ کے فراق میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت	جمیل احمد اعوان	75

مجلس ادارت

مولانا ارشاد الحق اثری — پروفیسر محمد یحییٰ — حافظ عبدالستار حماد
حافظ صلاح الدین یوسف — حافظ مسعود عالم — مولانا محمد خالد سیف
مولانا محمد اقبال کیلانی — حافظ محمد شریف — ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی
حافظ شبیر صدیق — حافظ محمد حق نواز — حافظ عثمان یوسف

مجلس مشاورت

چوہدری محمد یٰسین ظفر — ڈاکٹر محمد حماد لکھوی — انجینئر کاشف شہزاد باجوہ
حبیب الرحمٰن — محمد ایوب سپرا — ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر
مولانا محمد عبدالجبار — محمد طارق شاہد — حافظ مطیع الرسول — عکاشہ مجاہد

مجلس نظامت

حافظ عبدالعظیم اسد — ڈاکٹر امان اللہ بھٹی — پروفیسر محمود الحسن بزمی
قمر الحمید فیصل — ملک شوکت علی — عبدالغفار مجاہد
حبیب کبریا — شیخ ارشد علی — محمد اعظم یٰسین — نجم المجید

مجلس معاونت

طارق جاوید عارفی — تنویر احمد — عمار فاروق سعیدی — مختار احمد ضیا
حافظ محمد ندیم — حذیفہ نصیر گوندل — محمد یوسف سلفی — موسیٰ کلیم بلتستانی

آرٹ اینڈ ڈیزائن

محمد شفقت الٰہی (آرٹ ڈائریکٹر) — ہارون الرشید (گرافک ڈیزائنر) — قانونی مشیر

خطاطی اکرام الحق — کمپوزنگ ابو مصعب — ملک نور محمد سرفراز

ایگزیکٹو ایڈیٹر حافظ عبدالوحید سوہدروی — ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی
numanfaruqi@gmail.com

خط کتابت

دفتر ماہنامہ ضیائے حدیث دارالسلام، 36-لوئر مال، لاہور
A/C Title: Monthly Zia-e-Hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd.
Session Court Branch Lahore.
Br. Code. 1317
+92 42 372 32 400
+92 300 70 71 823
+92 313 75 79 034
Fax: +92 42 373 54 072
ziaehadith1@yahoo.com

ضیائے حدیث اپنے نام جاری کروانے اور نہ پہنچنے کی صورت میں

پرنٹر محمد ادریس فاروقی مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور
پرنٹر ادارہ العلوم دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36-لوئر مال، لاہور

دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون: سعودی عرب 100 ریال، یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 35 روپے | سالانہ زرتعاون: عام ڈاک صرف -/400 روپے، رجسٹری ڈاک -/800 روپے

سردارِ دو جہاں محمد مصطفےٰ ﷺ کا ادب

مولانا محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ (بانی ماہنامہ ''ضیائے حدیث'')

(وفات سے ایک دن پہلے مکمل ہونے والے مضمون کے چند اقتباسات)

''تمام مسلمان متفق ہیں کہ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سب سے اونچا درجہ سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا مرتبہ اوّلین و آخرین بلکہ اللہ کی جمیع مخلوقات سے فائق اور بلند ہے۔ آپ ﷺ کے سر اقدس پر سب نبیوں کی امامت کا تاج اور قیادت کا سہرا سجا دیا گیا۔ اور آپ ﷺ کو تاج و تخت ختم نبوت کا وارث بنا دیا گیا۔''

''آپ کا ذکر مبارک پہلی کتب میں بھی موجود ہے اور قرآنِ مجید میں بھی ہے۔ اور بکثرت ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے پر جملہ انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا۔ آپ کی تعریف اللہ تعالیٰ نے فرمائی، جبرائیل علیہ السلام نے کی، صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم نے کی، دوستوں نے کی دشمنوں نے کی۔ سب ہی آپ ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔''

''آپ ﷺ کی ذات اقدس منبعِ رشد و ہدایت ہے جہاں سے امن و سلامتی اور مہر و وفا کے سوتے پھوٹے، بنجر زمینوں نے حیاتِ نو پائی، خزاں رسیدہ چمن بہارِ تازہ سے ہمکنار ہوئے، خوابیدہ بخت بیدار ہوئے، بجھے ہوئے چہروں کی طلعت زیبائی سے دیار و اَمصار کی تابانیاں دو چند ہو گئیں۔''

''آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور آپ کے جمال و کمال پر اس قدر کتب طبع ہوئیں اور ہر زبان میں طبع ہو کر اقطاعِ عالم میں پھیلیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور بحمد اللہ یہ سلسلہ نورانی ہنوز جاری ہے۔

''ارباب علم نے سچی محبت کی کچھ علامات بھی بیان فرمائی ہیں جنھیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی سنت (طریقے) کی نصرت و تائید کرنا، آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپ ﷺ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی تمنا کرنا آپ کی محبت میں سے ہے۔ (ماخوذ از شرح النَووِی: 16/2) امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اگر ممکن ہو تو آپ ﷺ کی زیارت دنیا جہان کی ہر دولت و نعمت سے زیادہ عزیز ہو۔ علاوہ ازیں آپ کی سنت کی حمایت و تائید، آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع، اور شریعت کے مخالفین کی سرکوبی شامل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اس (علامتِ حُبِّ نبوی) میں داخل ہے۔'' (فتح الباری: 59/1)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ اسی موضوع پر فرماتے ہیں: اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ سے محبت آپ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے۔ اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری: 144/1) تمام علماء نے آپ ﷺ کی محبت کی دو بڑی بنیادی علامات بیان فرمائی ہیں: اطاعت اور اتباع۔ جملہ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم میں یہ اعلیٰ پیمانے پر پائی جاتی تھیں۔ اگر ہمارے اندر یہ موجود ہیں تو اللہ کا شکر بجا لائیں۔ اگر کچھ کم ہیں یا بالکل نہیں ہیں تو اوّلین فرصت میں انھیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔''

''مختصر یہ کہ آپ امام المرسلین بھی ہیں رحمۃ للعالمین بھی، ساقی کوثر بھی ہیں شافعِ محشر بھی، امام الحرمین بھی ہیں نبیٔ القبلتین بھی۔ انسان اکمل بھی ہیں رہبرِ کامل بھی۔ آپ ﷺ کا مولد بھی افضل ہے مدفن بھی اعلیٰ، اخلاق بھی منفرد، تعلیم بھی یگانہ، جنس بھی بہترین، خاندان بھی وحید العصر، سنت بھی بے عدیل، منہج بھی بے مثیل، مجاہد اعظم بھی امام اعظم بھی۔ (امام اعظم کا معنی ہے سب سے بڑا امام اور وہ علی الاطلاق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟) آپ ﷺ فاتحِ اعظم بھی ہیں اور مقنن لاثانی بھی۔ آپ ﷺ کا ذکر مبارک اتنا پیارا اور اتنا دراز ہے کہ اس کا استقصاء و احاطہ کسی کے بس میں نہیں۔ سچ کہا کسی نے

زندگیاں بیت گئیں اور قلم ٹوٹ گئے　　تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے

امت مسلمہ کو ہر روز نئی نئی مشکلات و پریشانیوں اور مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج امت کے لیے نت نئے مسائل لے کر آتا ہے۔ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے پوری ملت کفر متحد و متفق ہے۔ وہ مسلمانوں کو ذلیل وخوار اور رسوا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے۔ اپنے چاروں طرف دیکھیے دشمن ہر صورت میں آپ کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے۔ حسب ذیل حدیث پاک موجودہ صورت احوال پر من وعن صادق آرہی ہے۔ آیئے مل کر حدیث مبارکہ کو پڑھیں۔ آپ بھی یقیناً کہہ اٹھیں گے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی سو فیصد درست ثابت ہوئی ہے۔ حدیث کے راوی جناب ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ ہیں، ارشاد ہوا: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا » ''قریب ہے کہ اقوام عالم تم پر یوں پل پڑیں گی جیسے بھوکے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' کسی صحابی نے جرأت کر کے پوچھ لیا: ''اللہ کے رسول! کیا ہم اس دن تعداد میں بہت کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: « بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» ''نہیں بلکہ تم تعداد میں تو بہت زیادہ ہو گے لیکن تمھاری حیثیت سیلابی ریلے کے تنکوں سے بڑھ کر نہیں ہوگی، دراصل اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکال باہر کرے گا اور تمھارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔'' پوچھنے والے نے عرض کیا: اللہ کے رسول! «وَمَا الْوَهْنُ؟ » ''یہ وہن کیا چیز ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ» ''دنیا کی محبت اور موت سے گھبرانا وہن ہے۔'' (سنن أبي داود: 4297، وصححه الألباني)

محترم قارئین کرام! کیا یہ درست نہیں کہ یہ حدیث مبارکہ ہمیں پکار پکار کر دعوت عمل دے رہی ہے؟ کیا امت پر وہ وقت پوری شدت سے آنہیں پڑا؟ کیا دنیا میں خونِ مسلم کی کوئی قیمت ہے؟ کیا اقوام عالم امت مسلمہ کو بے عزت اور کمزور کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتی ہیں؟ کیا آج بھی فلسطین، کشمیر، برما، چین اور روس سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ بے حد وحساب ظلم نہیں ہو رہا؟ آخر ہمارے ان تمام مسائل کا حل کیا ہے؟

یقیناً اس موضوع پر کتنے ہی تھنک ٹینک کام کر رہے ہوں گے، مگر میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ سیرت طیبہ کو اپنے لیے رول ماڈل بنایا جائے اور اس سے اپنے تمام مسائل میں رہنمائی حاصل کی جائے۔ اسے ہماری بدقسمتی کہیں یا المیہ کہ ہم میں سے بیشتر احباب نے سیرت پاک کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ ہم فضول قصے کہانیوں، لغو اور بے کار ٹاک شوز، بے مقصد ڈراموں اور ادھر ادھر کی چیزوں میں سارا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ سیرت پاک کے مطالعہ کے لیے ہمارے پاس وقت ہی نہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں جو تھوڑی بہت سیرت پڑھائی جاتی ہے وہی ہمارا علمی اثاثہ ہوتا ہے، یا پھر علمائے کرام کے بعض لیکچر اور وعظ بھی ہمارے سینوں میں محفوظ ہوتے ہیں جو ایک سچے اور صحیح مسلمان کے لیے بہت کم ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم کثرت سے بڑی تفصیل کے ساتھ سیرت پاک کا مطالعہ کریں، پھر ان واقعات کا تجزیہ کریں اور ان کا اطلاق اپنے مسائل پر کریں۔ ہماری مشکلات انفرادی ہوں یا اجتماعی اُن سب کا حل سیرت پاک میں یقیناً موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی علمی کمزوریوں کی وجہ سے اس کا تجزیہ نہ کر سکیں۔

میرا نوجوانوں کو یہی مشورہ ہے کہ اگر آپ معاشرے میں عزت و وقار چاہتے ہیں، سوسائٹی میں سر اٹھا کر چلنا چاہتے ہیں، کفر کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے تو پھر آپ کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ محمد ﷺ کی غلامی اختیار کیجیے۔ اور یہ غلامی محض زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اپنی عملی زندگی کا ہر قدم اٹھانے سے پہلے سیرت پاک سے سبق اور رہنمائی حاصل کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ:

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے　　اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محبکم: عبدالمالک مجاہد

انوارِ حدیث



محسنِ انسانیت ﷺ کے اخلاقِ حسنہ

فضل اکبر

مغربی، امریکی گستاخوں کی طرف سے توہینِ رسالت ﷺ پر یقیناً ہر صاحبِ ایمان اور محبِّ رسول ﷺ کا دل زخمی اور جگر کرچی کرچی ہو چکا ہے..... لیکن اسلام کا اصول ہے ۔

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

محسنِ انسانیت سرورِ کائنات ﷺ سے محبت کے اظہار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ کی بے مثل سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کریں تاکہ کفار کو معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے ہی محسن کے بارے میں ناروا سلوک اختیار کرکے کس قدر سنگین غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے موضوع پر یہ ایک ادنیٰ سی کاوش ہے۔ جس میں محض صحیح یا حسن احادیث کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ ''آپ کا اخلاق قرآن تھا۔''

(صحیح مسلم: 746)

② سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

جب آپ ﷺ نے پہلی وحی کا واقعہ اپنی زوجہ محترمہ کو سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہوگیا ہے، تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: «كَلَّا، وَاللّٰهِ! مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ»

''ہرگز نہیں! اللہ کی قسم، آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکل وقت میں آپ امرِ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔''

(صحیح البخاري:3)

③ خادم النبی انس رضی اللہ عنہ کی گواہی

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے اور

میں ایک (چھوٹا) لڑکا تھا جو اپنے ساتھی (سرپرست) کی ہر بات تو اسی طرح پوری نہیں کرتا جس طرح وہ چاہتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے یہ نہیں کہا کہ ''اوئے تم نے یہ کیوں کیا ہے اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟''

(سنن أبي داود :4774)

④ حنین کے دن ایک صحابی کے جوتے کے نیچے رسول اکرم ﷺ کا پاؤں آ گیا تو آپ ﷺ نے اپنے کوڑے سے اُسے پرے ہٹاتے ہوئے فرمایا: بسم اللہ، تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اتنی بات سے یہ صحابی بہت پریشان ہوئے اسی حالت میں رات گزری۔ صحابی کہتے ہیں: صبح ہوئی تو ایک منادی میرا نام لے رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا: یہ وہی مسئلہ ہے جو کل مجھ سے سرزد ہوا۔ میں ڈرتا ہوا چل رہا تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کل میرا پاؤں اپنے جوتے کے نیچے دے کر تکلیف پہنچائی تھی اور میں نے تمھیں کوڑے سے دھکیلا تھا۔ یہ 80 بھیڑیں ہیں۔ یہ تمھاری ہوئیں اس تکلیف کے بدلے میں جو تمھیں مجھ سے پہنچی۔

(السلسلة الصحيحة:7/93،3043)

⑤ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف مارنے کو بڑھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے اس جگہ پر پانی کا بھرا ہوا ایک ڈول بہادو، کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔'' (صحيح البخاري :3149)

⑥ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نجران کی بنی ہوئی چوڑے حاشیہ کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی نے آپ کو گھیر لیا، اور اس قدر زور سے آپ کی چادر کو کھینچا کہ آپ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گئے۔ پھر کہنے لگا: اللہ کا مال، جو آپ کے پاس ہے، اس میں سے کچھ مجھ کو دلائیے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیے، پھر آپ ﷺ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔

(صحيح البخاري :3149)

⑦ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے صحابہ تھے۔ وادیٔ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ کو چمٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تاکہ جب آپ انھیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''میری چادر مجھے دے دو، اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ اور بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ ہی جھوٹا اور بزدل پاؤ گے۔'' (صحيح البخاري :2821)

⑧ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فطری طور پر بداخلاق تھے نہ تکلفاً بداخلاقی کرنے والے تھے۔ آپ بازاروں میں شور نہ مچاتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے تھے۔

(جامع الترمذي :2016)

⑨ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہیں مارا الّا یہ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور نہ آپ نے کبھی کسی خادم اور عورت کو ہی مارا ہے۔ (صحيح مسلم :2328)

⑩ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ اپنی ذات کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کسی ظلم و زیادتی کا انتقام نہیں لیا البتہ حدود اللہ کی بے حرمتی ہوتی تو آپ سب سے زیادہ غضبناک ہوتے..... ۔ (صحيح مسلم :2327)

⑪ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھی جب ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اپنے خاندان کا بُرا آدمی ہے۔'' پھر آپ نے اسے آنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ آیا تو آپ نے (سختی کے بجائے) نرمی سے گفتگو کی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے پہلے وہ بات فرمائی، پھر اس شخص کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سے بدترین انسان وہ ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔ یا فرمایا: اس سے دور رہیں۔'' (جامع الترمذي : 1994)

⑫ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کوئی سوال ہوا تو



آپ نے ''نہیں'' کبھی نہیں کہا۔ (صحیح البخاري :6034، وصحیح مسلم :2311)

⑬ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے بھیجا تو میں نے کہا: ''واللہ''! میں نہیں جاؤں گا۔'' اور دل میں یہ تھا کہ (ضرور) جاؤں گا، پھر میں نکلا اور بازار میں کھیلنے والے بچوں کے پاس سے گزرا (تو ان کے ساتھ کھیلنے لگا) کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میری گدی کے پیچھے سے پکڑ لیا ہے۔ جب میں نے مڑ کر آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (پیار سے) فرمایا: ''اے انیس! تو اس کام کے لیے گیا ہے جس کا میں نے تجھے حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اب جاتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ!(صحیح مسلم :2310)

⑭ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی تو میری سہیلیاں آجاتیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ (گھر میں) داخل ہوتے تو وہ آپ سے بھاگ جاتیں۔ پھر آپ انھیں پکڑ کر میرے پاس لے آتے تھے۔ (صحیح البخاري : 6130، و صحیح مسلم :2440)

⑮ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ فاحش اور بے ہودہ گو نہیں تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے: ''تم میں سے وہ بہتر ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔'' (صحیح البخاري :3559، و مسلم :2321)

⑯ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گالیاں دینے والے، فحش گو اور لعن طعن کرنے والے نہیں تھے۔ آپ جس پر عتاب فرماتے تو کہتے: ''اسے کیا ہوگیا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔''
(صحیح البخاري :6031)

⑰ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آپ (بنو ہوازن کا مالِ غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ کے پاس بنوتمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ (حرقوص بن زہیر) آیا اور کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! انصاف کریں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا ستیاناس! اگر میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں خسارے میں ہوجاؤں اور رسوا ہو جاؤں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن کاٹ دوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔''
(صحیح البخاري :3610، ومسلم :1064)

⑱ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر نجد کی طرف جہاد کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہو لیے، پھر انھیں ایسی وادی میں قیلولہ کرنا پڑا جس میں درختوں کی کثرت تھی۔ رسول اللہ ﷺ (اپنی سواری سے) اترے اور لوگ درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے اپنی تلوار لٹکا کر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک اعرابی (غورث بن الحارث) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے (مجھ پر) میری تلوار کھینچ لی تھی اور میں سو رہا تھا پھر جب میں نیند سے بیدار ہوا تو وہ اس کے ہاتھ میں لہرا رہی تھی۔ اس نے (مجھ سے) کہا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو میں نے تین دفعہ کہا: اللہ! (اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔) آپ ﷺ نے اسے سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔
(صحیح البخاري:2910، صحیح مسلم:843)

⑲ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! بے شک دوس (قبیلے) نے نافرمانی اور انکار کیا ہے پس آپ ان کے لیے بد دعا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے قبلے کی طرف رخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ لوگوں نے کہا: (دوس والے) ہلاک ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انھیں (میرے پاس) لے آ۔''
(صحیح مسلم: 2524)

⑳ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے۔ یہ لوگ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا، پکڑ لائے۔ انھوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے .....اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ثمامہ کو چھوڑ دو۔'' وہ مسجد نبوی کے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے، اور وہاں غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ.....»

(صحيح البخاري: 462)

㉑ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» ''نیکی حسن اخلاق (کا نام) ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اس سے باخبر ہو جائیں۔'' (صحيح مسلم: 2553)

㉒ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيْزَانِ أَثْقَلَ مِن حُسْنِ الْخُلُقِ وَ إِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهٖ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ» ''میزان میں حسنِ اخلاق سے وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اور بے شک حسنِ اخلاق والا وہ درجہ حاصل کر لیتا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کے حصے میں آتا ہے۔'' (جامع الترمذي: 2003)

㉓ ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَ بِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ» ''میں اس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس نے جھگڑا چھوڑ دیا اگرچہ وہ حق پر ہو اور اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا اگرچہ وہ مزاح کر رہا ہو، اور اس شخص کے لیے جنت کے اعلیٰ حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو۔'' (سنن أبي داود: 4800)

㉔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا» ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔'' (صحيح البخاري: 3559، صحيح مسلم: 2321)

㉕ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری قوم کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبدکلال کے ہاں خود کو پیش کیا تھا لیکن اس نے میری دعوت کو رد کر دیا تھا۔ میں وہاں سے انتہائی غمگین ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا تب مجھے کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل موجود ہیں۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ نے آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور جو انھوں نے رد کیا وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی، اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد! پھر اس نے بھی وہی بات کہی: آپ جو چاہیں، اگر آپ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر مار دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔''

(صحيح البخاري: 3231)

㉖ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے خلاف (لعنت کی) بددعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَ إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً» ''مجھے لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

(صحيح مسلم: 2599)

㉗ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے آس پاس روشنی ہوگئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں اس (آگ) میں گرنے لگے اور (آگ جلانے والا) ان کو اس میں سے نکالنے لگا، لیکن وہ اس پر غالب رہے اور آگ میں گرتے ہی رہے، اسی طرح میں تمھیں تمھاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر (آگ سے دور کرنے کے لیے) کھینچتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں زبردستی گرتے جاتے ہو۔'' (صحيح البخاري:



6783، و صحيح مسلم: 2284)

جانور بھی آپ ﷺ کے اخلاق سے مستفید ہوتے تھے

㉘ ایک بار اللہ کے نبی ﷺ ایک انصاری کے باغ میں رفع حاجت کے لیے گئے۔ اس میں ایک اونٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہوگیا۔ آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ اونٹ پرسکون ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟'' انصار میں سے ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ میرا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: '' اس جانور کے بارے میں، جس کا اللہ نے تمھیں مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس پر جبر کرتے ہو۔'' (مسند أحمد: 1/204,345 واصله في صحيح مسلم)

㉙ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے ایک کام ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ام فلاں! تو مدینہ منورہ میں جس جگہ بیٹھنا چاہتی ہے بیٹھ جا میں تیری بات سنوں گا۔'' وہ (ایک جگہ) بیٹھ گئی تو آپ ﷺ بھی بیٹھ گئے اور اس کی جو ضرورت تھی اسے پورا کر دیا۔

(سنن أبي داود: 4818)

㉚ سیدنا ابوامامہ باہلی بیان کرتے ہیں: ایک قریشی نوجوان نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نوجوان کی جسارت پر بپھر گئے اور اس کو سخت سزا دینی چاہی، مگر نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرا موقف اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے اسے قریب بلایا اور کہا: کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے کہا: میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو، اللہ ذوالجلال کی قسم! یہ بات میں اپنی ماں کے لیے کبھی پسند نہیں کرسکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں اسی طرح سوالات کیے اور ہر سوال کے بعد اس سے پوچھتے: کیا تم اس کے لیے پسند کرتے ہو؟ اور وہ ہر بار یہی جواب دیتا کہ میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو، اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ ہر جواب کے بعد فرماتے: لوگ بھی اسے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس نوجوان کے سر پر رکھا اور دعا کی: ''اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف کر دے، اس کے دل کو پاک فرما دے، اس کی شرمگاہ کو برائیوں سے محفوظ کر دے۔'' اس کے بعد وہ نوجوان اس طرح کی کسی برائی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ (مسند أحمد: 257/5)

㉛ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا۔ اس لیے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر، داہنے ہاتھ سے کھایا کر اور برتن میں وہاں سے کھایا کر جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو۔'' چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔

(صحيح البخاري: 5376)

㉜ ثابت بُنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچوں کے قریب سے گزرے اور اُن کو سلام کہا اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ ہمیشہ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري: 6247)

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان

㉝ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا: ''اے قریشیو! تمھارا (میرے بارے میں آج) کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: ہم تو یہی کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھتیجے اور چچازاد ہیں اور آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پھر وہی سوال کیا اور انھوں نے پھر وہی جواب دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (السنن الكبرىٰ للنسائي: 11298)

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خوبصورت چیز کوئی نہیں دیکھی، ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہے۔'' (مسند احمد: 2/380)



㉞ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ بعض امہات المؤمنین (اپنی بیویوں) کے پاس تھے تو آپ کی ایک بیوی نے ایک پیالے میں کچھ کھانا بھیجا۔ جس بیوی کے گھر میں آپ ﷺ موجود تھے اس نے خادم کے ہاتھ پر مارا تو پیالہ گر پڑا اور ٹوٹ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں ٹکڑے لے کر ایک دوسرے سے ملائے اور (گرا ہوا) کھانا اکٹھا کرنے لگے اور فرما رہے تھے: ''تمھاری ماں کو غیرت آ گئی، کھاؤ'' پھر انھوں نے کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے لانے والے کو روک لیا حتیٰ کہ پیالہ توڑنے والی اپنے گھر سے (صحیح و سالم) پیالہ لے آئی تو آپ ﷺ نے وہ پیالہ اس لانے والے کو دے دیا اور ٹوٹے ہوئے پیالے کو اس کے گھر میں چھوڑ دیا جس کے گھر میں ٹوٹا تھا۔

(صحيح البخاري: 2481، 5225)

㉟ سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ایک) نماز پڑھی تو لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: يرحمك الله، اللہ تجھ پر رحم کرے، لوگوں نے مجھے آنکھوں سے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: ہائے میری ماں مجھے گم کر دے! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ وہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے، میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھا لی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ مجھ سے نفرت کی اور نہ برا بھلا کہا، پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''یقیناً اس نماز میں لوگوں کی کوئی بات حلال نہیں ہے یہ تو صرف تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن ہے۔''

(صحيح مسلم: 537)

㊱ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور اسے لمبا کرنا چاہتا ہوں تو (کسی) بچے کا رونا سن لیتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کی ماں پر اس کے رونے سے سخت اثر ہوتا ہے۔'' (صحيح البخاري: 709، و صحيح مسلم: 470)

㊲ سیدہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر، جو (ابھی) کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی گود میں بٹھا دیا تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر (اس جگہ پر) چھڑکا اور اسے دھویا نہیں۔ (صحيح البخاري: 223، و صحيح مسلم: 287)

㊳ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک یہودی عورت زہر لگا ہوا، بکری کا گوشت لائی تاکہ آپ اسے کھائیں (اور شہید ہو جائیں) پھر اسی (عورت کو) نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس عورت نے کہا: میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تجھے مجھ پر مسلط نہیں کرے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' (صحيح البخاري: 2617، صحيح مسلم: 2190)

㊴ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک یہودی آدمی نے نبی کریم ﷺ پر جادو کیا تھا۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کچھ دن بیمار رہے۔ پھر آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو کہا: بے شک ایک یہودی آدمی نے آپ پر گانٹھیں لگا کر جادو کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو وہ اسے باہر نکال کر آپ کے پاس لے آئے۔ آپ ایک ایک گانٹھ کھولتے رہے اور اس سے آپ ﷺ نے نرمی محسوس فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ اس طرح کھڑے ہو گئے گویا رسیوں سے کھل کر آزاد ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی اس بات کا یہودی سے تذکرہ کیا اور نہ ہی اس (یہودی) نے کبھی اس کا اظہار آپ کے چہرے سے دیکھا۔

(سنن النسائي: 4085)

㊵ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس یہودی آئے تو کہا: السام عليك (آپ پر موت ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: وعليكم ''اور تم پر بھی ہو۔'' تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے (یہودیوں سے) کہا: «اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ، وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ» ''تم پر موت کے ساتھ ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب بھی ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ اے عائشہ! تمھیں نرمی کرنی چاہیے، سختی اور فحش سے بچنا چاہیے۔'' (صحيح البخاري: 6401، و صحيح مسلم: 2165)



محمد رضا تیمور
(لیکچرار گورنمنٹ کالج، بورے والا)

دورِ جدید میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے

مطالعۂ سیرت کی ضرورت واہمیت

مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور غیر مسلموں کے لیے بھی۔ مسلمان جن محرکات کی بنا پر سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی نوعیت، ظاہر ہے، غیر مسلموں میں پائے جانے والے محرکات سے مختلف ہوتی ہے۔ پھر مسلمانوں کے اندر سیرت کے مطالعہ کی مختلف سطحیں ہیں۔ عام لوگوں کی سطح اور ہے متخصصین کی اور۔ اور جب ہم بات کرتے ہیں دور جدید کی تو جدید رجحانات کے تناظر میں مطالعہ سیرت کے نئے پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ دور جدید کے تہذیبی، تاریخی، علمی اور بین الاقوامی رجحانات ونظریات کے پیش نظر سیرت کے مطالعہ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ غیر مسلموں کے حوالے سے دعوت فکر کے لیے اور مسلمانوں کے حوالے سے دعوت عمل اور جدید رجحانات کے تناظر میں اپنی پہچان کو دنیا پر واضح کرنے کے لیے۔ لہٰذا اس مضمون میں دو باتیں شامل ہیں۔ اہمیت کے تناظر میں سیرت کا تعارف اور موجودہ عالمی نظام کے حوالے سے سیرت کی اہمیت!

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی بابرکات دین کا محور ہے حتیٰ کہ قرآن کی تشریح بھی ہم انھی کے اقوال و ارشادات سے کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر قرآن مجید قرآن صامت، یعنی خاموش قرآن ہے تو رسول اللہ ﷺ کا وجود گرامی قرآن ناطق ہے۔ اللہ نے محض نظری ہدایت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی رحمت کاملہ سے ایک عملی نمونہ بھی بھیجا جسے ہم سیرت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو قرآن نے کہا وہ حضور نے کیا اور جو حضور نے کیا وہ قرآن نے کہا لہٰذا قرآن کے تمام عجائب رسول اللہ سے منسوب ہیں اور چونکہ قرآن کے عجائب لامتناہی ہیں تو صاحب قرآن کے عجائب کس طرح متناہی ہوسکتے ہیں۔ انھی لامتناہی عجائب کو احاطہ تحریر میں لانے کی جستجو میں ہم سیرت نگاروں کا ایک سیلاب نما سلسلہ پاتے ہیں جو پہلی صدی ہجری سے آج تک بغیر کسی تعطل کے چلا آرہا ہے اور ہر سیرت نگار کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی تو کام کا آغاز ہوا ہے۔

سیرت کا لفظ فِعلَہ کے وزن پر ہے اور اس وزن پر آنے والے مصدر کے معنی کسی کام کے طریقہ کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا سیرت کے لغوی معنی ''چلنے کا طریقہ'' کے ہیں۔ اسی کی توسیع سے عربی میں سیرت کے لغوی معنی زندگی گزارنے کے اسلوب کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ساتھ سیرت کے لفظ کا استعمال سیرت نگاری کے آغاز سے کچھ عرصہ بعد شروع ہوا لیکن آج دنیا کی تمام زبانوں میں سیرت کا لفظ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے حتی کہ یہ لفظ اب انگریزی لغات میں بھی انھی معنوں میں شامل ہوگیا ہے۔

قدیم مفسرین، فقہاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے سیرت کا لفظ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل کے لیے استعمال کیا جو آپ نے غیر مسلموں سے معاملہ کرنے (جس میں جنگیں، صلح اور معاہدات آتے ہیں) میں اپنایا۔ لہٰذا یہ ایک پہلو سے تو تاریخ اسلام کا مضمون ہے جبکہ دوسرے پہلو سے اسلامی قانون اور فقہ کا بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں غزوات بھی لڑے، مختلف قبائل (جن میں یہودی، عیسائی، مشرکین سب شامل تھے) سے معاہدات بھی کیے اور ان کے لیے منشور بھی جاری کیے، لہٰذا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اسلامی فتوحات کے باعث جو بے شمار اقوام سے واسطہ پڑا ان سے معاملہ کرنے کے لیے مسلمانوں نے رہنمائی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے انھی غزوات کو نمونہ بنایا۔ لہٰذا ان عوامل کو بنیاد بنا کر فقہائے اسلام نے ایک نئے قانون اور نظام کی تشکیل کی۔ اس کے لیے سیرت اور سِیَر کی اصطلاح استعمال کی گئی جو انسانی تاریخ میں پہلا بین الاقوامی قانون ہے۔ اس قانون کی تدوین



اور ترتیب دوسری صدی ہجری ختم ہونے سے پہلے پہلے کر لی گئی اور اس پر متعدد مبسوط اور مفصل کتابیں لکھیں جو آج بھی موجود ہیں۔

سیرت نگاری کے آغاز سے ہی اس کے دو پہلو نمایاں ہو گئے۔ ایک پہلو تاریخی تھا جو سیرت نگاری کا عمومی اسلوب تھا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے واقعات کو ترتیب سے جمع کیا گیا تھا۔ یہ مغازی کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد ازاں مغازی کا وہ حصہ، جو فقہی رہنمائی اور ہدایات پر مشتمل تھا، الگ حیثیت سے احاطہ تحریر میں لایا جانے لگا۔ وہ سیرت یا سِیَر کے نام سے نمایاں ہو گیا۔ یہ سیرت نگاری کا قانونی پہلو تھا۔ لہٰذا بالکل آغاز میں تو مغازی اور سِیَر ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتے رہے لیکن بعد میں تاریخی انداز کو مغازی اور قانونی انداز کو سِیَر سے موسوم کیا گیا۔ مزید وقت گزرنے کے ساتھ سیرت میں وہ تمام باتیں شامل ہوتی گئیں جن کا رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ سے براہِ راست تعلق تھا۔ بالآخر عمومی طور پر سیرت نگاری کا نام علم سیرت قرار پایا اور مغازی اس کا ایک شعبہ قرار دیا گیا۔ لہٰذا برصغیر کے اپنے وقت کے صف اول کے ایک عالم، محدث اور فقیہ نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں سیرت کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود گرامی سے جو کچھ بھی متعلق ہے، آپ کے صحابہ کرام، اہل بیت اور آل عظام سے جو بھی چیز تعلق رکھتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے لے کر اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک، ان سب کی تفصیل کو اسلامی علوم وفنون کی اصطلاح میں سیرت کہتے ہیں۔ دور جدید تک آتے آتے ایک تو سیرت کے مختلف پہلوؤں کی تشریحات کی جانے لگیں جس سے کچھ مزید پہلو منظر عام پر آئے۔ دوسرا سیرت نگاروں نے ہر اس چیز کو سیرت میں شامل کر لیا جس کا ذرا سا بھی تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے بنتا ہے۔ لہٰذا اب علم سیرت ایک ایسا وسیع کینوس رکھتا ہے جو پورے اسلامی تمدن اور تاریخ کے مرحلہ آغاز اور رسول اللہ ﷺ کے پورے پیغمبرانہ کیریئر کا ایک لینڈ اسکیپ ہے۔

مسلمانوں کے لیے سیرت کی اہمیت اس کے تعارف سے ہی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات قانون اور شریعت کا ماخذ ہے لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی کے لیے سب سے اہم چیز سیرت ہی ہے۔ دوسرا پہلو رسول اللہ ﷺ کی ذات سے محبت اور عقیدت کا ہے جو ایمان کی شرط اول ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے مطالعہ سیرت کو اس کی جزئیات تک پھیلا دیا اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق معمولی سے معمولی بات، جو اگر نہ بھی ہوتی تو سیرت کی اہمیت میں کچھ بھی فرق نہ آتا، کی بھی کھوج لگائی گئی اور اسے احاطہ تحریر میں لایا گیا۔ ایسے ہی جذبے کی بنا پر کیا گیا ایک کام ازواج مطہرات کے حجرات سے متعلق ہے جو بیوت النبی کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔ اس میں یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرات کہاں کہاں واقع تھے، ان کا رقبہ کتنا تھا، کیسے بنے ہوئے تھے وغیرہ۔ لہٰذا ایک طرف تو شریعت سے آگاہی کے لیے سیرت کا مطالعہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا ایک ضروری چیز ہے۔ جبکہ دوسری طرف حب رسول کے ایمانی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے بھی مطالعہ سیرت بہت اہم ہے۔ شرعی راہ نمائی تو علماء کا کام ہے اور ہر مسلمان اس کا مکلف نہیں لیکن حب رسول ہر مسلمان کے لیے ایک ضروری چیز ہے۔

غیر مسلموں کے حوالے سے سیرت کی اہمیت عالمگیریت کے تناظر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ دنیا میں ایک عالمگیر نظام کی اہمیت کو بڑے عرصے سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں چونکہ مغربی اقوام سیاسی اور تہذیبی غلبہ رکھتی ہیں لہٰذا مغربی آقاؤں کی نظر میں اس عالمگیر نظام کا مطلب مغربی تہذیب کی عالمگیریت کے سوا اور کچھ نہیں۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان دنیا کی آبادی کا ایک معتد بہ حصہ ہیں اور کوئی نظام انھیں نظر انداز کر کے نہیں بنایا جا سکتا۔ چونکہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ایمان والا مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کی ذات سے جذباتی وابستگی رکھتا ہے لہٰذا جس طرح مسلمانوں کے وجود کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسی طرح سیرت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ عالمگیریت کے لیے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے مغرب کی حکومتیں ان کے بارے میں کیا طرز عمل اپنائے ہوئے ہیں اور اس کے مقابلے میں سیرت سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے۔ یہ بحث عالمی تناظر میں سیرت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

دیکھا جائے تو عالمگیریت کے ان اصولوں کو



پورا کرنے کی ضمانت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو اپنانے میں پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ہر سطح پر لوگ ان اصولوں کی کمیابی کے باعث ابتری کا شکار تھے۔ عرب کے لوگ سب سے بڑھ کر مختلف بے ضابطگیوں کے مرتکب تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی ان تمام مسائل کو حل کر دیا۔ جہاں تک انسانوں کے مابین مساوات کا مسئلہ ہے تو ''کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں'' کہہ کر ہر قسم کے فرق کا خاتمہ کر دیا گیا۔ عدل وانصاف کا معیار یہ تھا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹنے کا حکم صادر کیا جائے۔ امن وامان کی یہ صورت حال تھی کہ ایک عورت حضرموت سے اٹھے اور تن تنہا بعلبک تک چلی جائے اس طرح کہ اس کے ہاتھ میں سونا ہو۔ علم نہ صرف یہ کہ ہر انسان کا حق مانا گیا بلکہ اسے ایک فریضہ کی حیثیت دے دی گئی۔ اور جہاں تک تعلق ہے تہذیب وتمدن کا تو اسلامی تہذیب نے کبھی کسی قوم کے کارناموں کو رد نہیں کیا بلکہ انھیں اپنے دائرے میں شامل کر کے مزید ترقی دی۔ الغرض عالمگیریت کو فروغ دینے اور اس کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لیے اگر کسی شخصیت کی زندگی رہنمائی دے سکتی ہے تو وہ صرف محمد ﷺ کی زندگی ہے اور اس کی تفصیلات جاننے کے لیے سیرت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

اسماء الرجال ایک ایسا علم ہے جو سیرت، حدیث اور اسلامی تاریخ کی استنادی حیثیت کو متعین کرنے کے لیے مسلمان علماء نے متعارف کروایا۔ ماضی کے واقعات کو پرکھنے کا یہ ایسا فن ہے جس سے واقعات کی صحیح ترین تصویر حاصل کی جاسکتی ہے۔ علم سیرت کا یہ پہلو سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات بجائے پرانی ہونے کے مزید نکھر کر اور نتھر کر ہمارے سامنے آئی ہیں اور جیسے جیسے سیرت کا مطالعہ وسیع ہوتا جا رہا مزید پہلو نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ جدید تاریخ نویسی میں جس چیز پر زور دیا جاتا ہے کہ ماضی کے واقعات کو عینی شاہدین سے ثابت کیا جائے۔ اسماء الرجال اس سے بھی بڑھا ہوا علم ہے جس میں ایک سے زیادہ چینلز سے ایک روایت کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک روایت ہے: «اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّات» یہ سات سو اسناد سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

سیرت کے اس پہلو کی نمایاں بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دنیا میں کسی نامور شخصیت کے حالات زندگی اس کمیت اور صحت سے موجود نہیں اور نہ کوئی ایسی شخصیت موجود ہے جس کی زندگی پر آئے روز کسی نہ کسی پہلو سے کام ہو رہا ہو۔ اس لحاظ سے سیرت کا یہ پہلو غیر مسلموں کے لیے بہت ہی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کیونکہ جن شخصیات کے دوسرے مذاہب پیروکار ہیں ان کی زندگی کے متعلق بنیادی باتیں بھی فراہم ہونا ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اگر آج کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا لباس پہننا چاہے تو اسے مایوسی ہوگی کہ ایسی کسی قسم کی معلومات انجیل میں بھی میسر نہیں۔ حد تو یہ ہے کہ بعض مغربی مصنفین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کے بارے میں ہی شک کا اظہار کیا ہے اور انھیں ایک خیالی شخصیت قرار دیا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی بات کوئی دشمن بھی کہنے کی جسارت نہیں کرتا کہ ان کی شخصیت تاریخ سے ثابت نہیں۔ البتہ علم سیرت کی استنادی حیثیت کے متعلق مستشرقین مختلف قسم کے اعتراضات آئے روز قائم کرتے رہتے ہیں لیکن اس کا محرک تعصب کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ اس لیے کہ زمانہ قدیم کے بہت سے ایسے کردار جن کے بارے میں نہایت مبہم معلومات پائی جاتی ہیں۔ مغربی تاریخ دان ان کی زندگی کے بارے میں معلومات کو حرف آخر کی طرح مانتے ہیں لیکن سیرت جیسے مبسوط علم پر اعتراضات کا سلسلہ دراز کیے ہوئے ہیں۔

موجودہ دور کے مسائل کے حوالے سے سیرت سے جو رہنمائی حاصل کرنے کا کام شروع ہوا اس نے غیر مسلموں کے لیے سیرت کی اہمیت کو اور بڑھا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بالکل نئے سرے سے ایک انقلاب اور بھرپور اصلاح کی نوید سنائی۔ قلیل عرصہ میں نہ صرف مکمل کر کے دکھایا بلکہ جو رول ماڈل دنیا کے سامنے پیش کیا وہ زندگی کے ہر گوشے کے لیے آج بھی اسی طرح سے معنویت رکھتا ہے جس طرح کی معنویت روز آغاز میں رکھتا تھا۔ سیرت مبارکہ کی یہ جامعیت ہی اسے انفرادیت عطا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا ایک جامع رول ماڈل ہونا اور اس سے جدید دور میں بھی سیرت نگاروں کا رہنمائی حاصل کرنا ایک



ایسی منفرد چیز ہے جو دنیا میں کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں۔اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ دنیا کے کامیاب ترین انسان ٹھہرتے ہیں۔ اس کا اعتراف مغربی مصنفین بھی کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کے لیے سیرت کا ایک اور اہم پہلو اس کا تہذیبی کردار ہے۔ اسلامی تہذیب کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں ایک اسلامی معاشرے کے قائم کرنے سے ہوا اور اس نے رفتہ رفتہ ایک عالمگیر صورت اختیار کر لی۔ اسلام سے قبل ہر بڑی تہذیب کی بنیاد کوئی نہ کوئی مذہب تھا۔ اسلامی تہذیب ان مذاہب کی اصل تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ یہ بات قرآن میں بھی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے بارہا کہی کہ میں کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا بلکہ پہلے انبیاء کی دعوت کا تسلسل اور کمال پیش کر رہا ہوں۔ اس حوالے سے اسلامی تہذیب جامع الحضارات ہے۔ مختلف انبیاء کی صفات کو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں یکجا دیکھا جاسکتا ہے اور مختلف آسمانی صحیفوں کی خصوصیات کو قرآن میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس میں قانون بھی ہے، مناجات بھی، تاریخ بھی اور عقائد بھی۔ اسلام کے غلبہ کے لیے اسی تہذیب کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے جس کی بنیاد سیرت رسول ﷺ ہے۔ لہٰذا ضرورت سیرت کی تعلیم کو عام کرنے کی ہے۔ اس سے معاشرے میں اخلاقیات کو فروغ ملے گا جس سے اسلامی معاشرت کی بنیادیں مضبوط ہوں گی اور یہ اسلامی تہذیب کے غلبے کی صورت بنے گی۔ ایسی اسلامی تہذیب پر قائم ہونے والی حکومت عالمگیریت کے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک منصفانہ حکومت کا قیام اسی طرز پر کیا۔ دور حاضر میں اسلام کو حکومت کے ذریعے نافذ کرنے کی کوششیں عبث ثابت ہوں گی جب تک مکارم اخلاق کا عمل ادھورا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ مطالعہ سیرت دنیا کی ایک روحانی ضرورت بھی ہے۔ اسلام نے روحانیت کے لیے ایک ایسا انسانی نمونہ پیش کیا جسے ہر انسان اختیار کر کے اللہ کا قرب اور اس کی محبت حاصل کر سکتا ہے۔ نہ صرف اختیار کر سکتا ہے بلکہ ایک متبع سنت کو دیکھ کر اس احساس کا ادراک بھی کر سکتا ہے جو متبع سنت شخص کے سینے میں موجزن ہے۔ اسلام کی ساری روحانی تعلیم کا اصل الاصول ہی یہ ہے کہ ذات رسالت مآب ﷺ کا اتباع کامل اور آپ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت ذات باری تعالیٰ سے محبت کا مظہر ہے۔ اور اس اتباع کے لیے کسی خاص روحانی تجربہ سے گزرنے کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت مطالعہ سیرت کی وسعت کے باعث روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کی روشنی صرف مطالعہ کرنے سے ہی اس قدر محسوس ہوتی ہے اگر اسے اپنا لیا جائے تو روحانیت کا کیا عالم ہوگا؟

مغربی دنیا آج ہیوگو گروشیس (Hugo Grotius) کو بین الاقوامی قانون کا باوا آدم قرار دیتی ہے جس نے سترھویں صدی عیسوی میں بین الاقوامی قانون پر پہلی باقاعدہ کتاب لکھی تھی۔ لیکن گروشیس سے کم وبیش ایک ہزار سال پہلے فقہائے اسلام نے ان قوانین کی تدوین اور ترتیب کا کام شروع کر دیا تھا اور گروشیس کی پیدائش سے 680 سال پہلے امام محمد بن حسن شیبانی بین الاقوامی قانون پر تین کتابیں لکھ چکے تھے۔

عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ کی تحریریں ''مغازی'' بھی کہلاتی تھیں اور ''سیَر'' بھی۔

عدل و انصاف کے ضمن میں ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کو جن مشکلات سے واسطہ رہا ہے ان میں سے ایک اہم مشکل قوموں کی باہمی عصبیت کا مسئلہ ہے جبکہ دوسری چیز دولت مندوں اور غریبوں کے درمیان کشمکش ہے۔ ماضی میں انسانوں کا جتنا بھی خون بہا وہ زیادہ تر انھی وجوہات کی بنا پر تھا۔ سرکار دو عالم نے جب اپنے کام کا آغاز کیا تو یہ دونوں مشکلات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ قومی عصبیت تو ایک بڑی سطح پر ہوتی ہے، عربوں میں تو قبائل کی بنیاد پر شدید عصبیتیں موجود تھیں۔ جہاں تک امیروں اور غریبوں کا تعلق ہے تو ان کی کشمکش سے تو پورے عرب کی جاہلی شاعری بھری پڑی ہے۔ صعلوک کے معنی ''کنگال'' کے ہیں اور وہاں صعالیک کی ایک پوری قوم ہوا کرتی تھی اور ان کا کام لوٹ مار کرنا ہوتا تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے دیکھتے ہی دیکھتے ان مسائل کو ایسے حل کر دیا جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں۔ انسانوں کی مدون تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس نے اتنے کم وقت میں ان پہاڑ جیسی مشکلات کو حل کر دیا ہو۔ یہ سب کس طرح ہوا؟ اس راز کو جاننے کے لیے مطالعہ سیرت کی ضرورت ہے۔

سیرت کا ایک گمنام پہلو

محمد نعمان فاروقی، ریسرچ فیلو دارالسلام

سیرت ایک ایسا چراغ ہے جس کی بدولت ہم اپنی انفرادی یا اجتماعی زندگی کی تاریک راہوں کو منور کر سکتے ہیں۔ ہم ایک پاکستان کی صورتِ حال سے پریشان ہو جاتے ہیں حالانکہ موجودہ دور میں فرعونوں کو اقدامات کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی جواز پیدا کرنے اور اپنے ہمنواؤں کو ساتھ ملانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر عہد نبوی میں دشمنوں کو ایسے کسی جواز کی ضرورت بھی نہیں تھی، نہ ہی کوئی ایسے عالمی قوانین وضع تھے۔ دعوت بھی ابھی بالکل ابتدائی مراحل میں تھی۔ روئے زمین پر ایک اللہ کے پرستاروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ انھیں تحفظ بھی فراہم کرنا تھا، انھی سے دعوت پھیلانے کا کام بھی لینا تھا اور مقابلہ بھی اپنے عزیزوں سے تھا۔ ان دگرگوں حالات کی موجوں سے سفینۂ سیرت کو سامنا کرنا پڑا مگر وہ ذرا بھی عدم توازن کا شکار نہ ہوا۔ ایک مرتبہ بھی آپ ﷺ نے مایوسی اور نا اُمیدی کے الفاظ استعمال کیے نہ حالات کے سامنے پسپائی اختیار کی۔

عسکری سرگرمیوں کی ضرورت پیش آئی اور اجازت ملی تو تھوڑی تعداد اور قلیل اسباب حائل نہ ہوئے۔ استحکام معیشت کے لیے لوگوں کو صرف محنت ہی پر نہیں ابھارا بلکہ بازار کا انتظام کیا، تجارت کو فروغ دیا اور ساتھ ساتھ دشمن کے معاشی وسائل کو کمزور کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس دور میں رائج میڈیا، یعنی بازاروں، میلوں، مجلسوں اور بلند جگہوں پر جا کر لوگوں کو دعوت دینے کے تمام وسائل اختیار کیے اور ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے والے میڈیا ہیڈ کوارٹر کے سرغنوں کعب بن اشرف وغیرہ کی خبر بھی لی۔ آس پاس کے سرداروں اور وقت کی عالمی طاقتوں کو دعوت بھی دی۔ اُس دور کی Nato افواج ''احزاب'' کی صورت میں حملہ آور بھی ہوئیں۔ آستین کے سانپوں ''منافقین'' سے بھی خدشات تھے اور بیرونی قبائل اور عالمی طاقتوں کی طرف سے خطرات بھی لاحق تھے ..... اور یہ تمام سنگین حالات سلسلہ وار تھے۔ ایک خطرہ ٹلتا تو دوسرا آ لیتا اور کبھی مشکلات کا ہجوم گھیر لیتا مگر آپ ﷺ کے پایہ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

اب اگر ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ روئے زمین کے ہر خطے پر مسلمان بستے ہیں۔ 57 اسلامی ریاستیں ہیں اور مسلمانوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ارب ہے۔ ایسا کوئی خطرہ نہیں کہ مسلمان نابود ہو جائیں گے۔ مسلمان آزادی سے اپنے تمام امور بحسن و خوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اگر دیار غیر میں ان کے لیے کچھ رکاوٹیں ہیں تو بھی انھیں اسلامی ممالک میں جا بسنے میں کوئی دشواری نہیں۔ قرآن وسنت جیسی دولت ان کے پاس ہر زبان میں اور جدید ذرائع ابلاغ کی شکل میں موجود ہے۔ جہاں ان کا چرچا ہوتا ہے لوگ دوڑے چلے آتے ہیں۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود آج کا مسلمان مایوسی کی دلدل میں پھنسا نظر آتا ہے۔ مسلمان قائدین ہوں یا عوام ہر طرف ناامیدی چھائی رہتی ہے۔

دراصل جب کوئی قوم مایوسی میں گھر جاتی ہے تو اس کی فکری صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ اسے کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی جیسا کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالت بنی ہوئی ہے۔



دوسری طرف کفار نے نئے سے نئے فتنے پیدا کر کے مسلمانوں کو بہتری لانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ کوئی دانشور ہو یا صحافی، کوئی عالم ہو یا فقیہ، کوئی قائد ہو یا امام سبھی امت کو لاحق امراض کی تشخیص تو کرتے ہیں کہ مسلمان انحطاط کا شکار ہیں، مسلمان ہلاک ہو گئے، مسلمان نابود ہو گئے مگر حل نہیں بتاتے اس طرح اور زیادہ نا امیدی پھیلتی جا رہی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اس بارے میں راہ نمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكَهُمْ» ''جب ایک شخص کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو (اس طرح کہہ کر) وہ انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: 2623) یعنی ہر ایک مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہے مگر ایک شخص حل بتائے بغیر ہی لوگوں میں یہ بات پھیلاتا رہے کہ لوگ مارے گئے، لوگ ہلاک ہو گئے تو یقیناً لوگ مایوسی کا شکار ہو کر ہلاکت کے گڑھے میں جا گریں گے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ اپنوں اور بیگانوں کے سامنے بالکل عیاں ہے مگر یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ آپ ﷺ نے مایوس کن الفاظ پھیلائے ہوں۔ اگر کوئی مایوسی کا شکار ہوا بھی تو آپ نے اس کی ڈھارس بندھائی۔ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کفار کے ظلم وستم کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ فرمایا: ''سابقہ قوموں میں سے کسی ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور اس میں دبا کر آرے سے اس کے دو حصے کر دیے جاتے مگر یہ اذیت انھیں ان کے دین سے نہ روک سکی اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ لیا جاتا مگر یہ چیز بھی انھیں ان کے دین سے نہ روک سکی.....'' (صحیح البخاري: 3612) نبی کریم ﷺ نے پہلے دور کی مثال دے کر تسلی دی اور ہم عہد نبوی کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو تسلی دے سکتے ہیں۔ مذکورہ حدیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دعا تو آپ ﷺ کا معمول تھا۔ یہ نہیں کہ اس موقع پر آپ ﷺ دعا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بات تو یہ تھی کہ خباب رضی اللہ عنہ جس مایوسی اور نا امیدی کا شکار ہو رہے تھے اس کیفیت سے انھیں نکالنا مقصود تھا اور قیامت تک آنے والے امتیوں کو سیدنا خباب رضی اللہ عنہ پر ہونے والے مظالم کی روشنی میں اُمیدوں کے چراغ روشن کرنے کا درس دینا مقصود تھا۔ حالات جیسے بھی ہوں بہر حال اسلام کے ابتدائی ایام سے زیادہ پریشان کن نہیں ہیں۔ اور اگر نام نہاد مسلمان کفار کا ساتھ نہ دیں تو کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکیں نہ گوانتا ناموبے اور دوسرے ظلم کدے کفار کی سوچ میں آ سکیں۔

آپ ﷺ نے کبھی نا اُمیدی کا اظہار نہیں کیا، مثلاً جب طائف کے دعوتی دورے سے آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو پہاڑوں پر مامور فرشتہ عرض کرنے لگا: اگر چاہیں تو انھیں دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ آپ نے فرمایا: (نہیں) «بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ» ''بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی۔'' (صحیح البخاری: 3231) غزوۂ احد میں ظاہری ہزیمت کے بعد نا امید نہیں ہوئے بلکہ حمراء الأسد تک دشمن کا تعاقب کیا۔ (دیکھیے صحیح البخاري: 4077) احزاب کے موقع پر تمام باطل قوتیں جمع ہو گئیں تو ان کے سامنے جھکے نہیں۔ ''مارے گئے'' یا ''مارے جاتے'' کے مایوس کن اور حوصلہ شکن الفاظ زبانِ مبارک پہ نہیں لائے بلکہ طاقت کے مطابق کوشش کی اور بھرپور مقابلہ کیا۔ اور دشمن کی نامراد واپسی کے بعد ابھی غسل ہی فرمایا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم صادر فرما دیا کہ تم میں سے ہر کوئی نمازِ عصر بستی بنو قریظہ میں ادا کرے اور پھر ان کا محاصرہ جاری رہا، بالآخر وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرانے پر رضا مند ہوئے۔ (صحیح البخاری: 4119-4121) اسی طرح نبی ﷺ غزوہ مؤتہ میں صحابہ کرام کی شہادت سے نا اُمید نہیں ہوئے .... الغرض! نبی ﷺ کے سچے امتیوں پر بھی واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ کر کے اپنے سفر جاری رکھیں، حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں اور مقابلے میں ساری طاغوتی طاقتیں پرّے باندھ کر ہی کیوں نہ کھڑی ہو جائیں ہمارے عقیدے میں ذرا جھول اور ہماری استقامت میں ادنیٰ سا ضعف بھی نہیں آنا چاہیے ع

ہر چند اندھیری ہیں راتیں، اک شمع تمنا ساتھ تو ہے!

سیرت کے اس پہلو کو مایوسیوں کے اس دور میں جس قدر عام کرنے کی ضرورت ہے اسی قدر یہ ہم سے اوجھل ہے۔



افضلیتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم



عبداللہ یوسف ذہبی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اُس نے درجات میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو واضح نشانیاں عطا کیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔'' (البقرۃ: 253)

قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر یہی بات اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمائی ہے: ﴿وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔'' (بنی اسرآئیل 55:17)

ان آیات کریمہ سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام درجات میں مختلف ہیں اور ان میں تفاضل پایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ بھی متفقہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر یہ فضیلت مجموعی طور پر ہے۔ ورنہ بعض صفات میں دیگر انبیاء کا مقام آپ سے بڑھ کر ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کی یہ شان ہے کہ ان کے والد، دادا اور پردادا سب نبی تھے۔ اس لحاظ سے یوسف علیہ السلام ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی یہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا ہم کلام ہونا، سلمان و داؤد علیہما السلام کے تابع ہواؤں کا کر دیا جانا اور انھیں جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سکھانا ان تمام باتوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام منفرد خصائص کے مالک نظر آتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے ایسے خصائص کے مالک ہیں جو کسی بھی دوسرے نبی میں نہیں ہیں۔ اس مضمون میں ایسے ہی خصائص کی نشاندہی کی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر افضلیت کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ» ''اللہ کے نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔'' (صحيح البخاري: 3414، صحيح مسلم: 2383)

یہ ممانعت مطلقاً نہیں ہے۔ کیونکہ خود اللہ رب العزت نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء و رسل کی صفات و فضائل میں تفاوت بیان فرمایا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا حدیث کے متعلق پانچ باتیں ذکر کی ہیں:

① ہوسکتا ہے کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی ہو، جب تک آپ کو اولادِ آدم کا سردار ہونے کا علم نہیں تھا۔

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادباً اور تعظیماً یہ بات بیان



فرمائی تا کہ دوسرے انبیاء کی توہین نہ ہو۔

③ ایک نبی کو دوسرے نبی پر اس لحاظ سے فضیلت دینا منع ہے جس سے مفضول کی تنقیص لازم آئے۔

④ انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دے کر آپس میں جھگڑنا اور فتنہ وفساد پھیلانا منع ہے؟

⑤ نفسِ نبوت میں ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دینا منع ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کی صفات میں تو فرق ہوسکتا ہے لیکن مقام نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے لحاظ سے تو سب برابر ہیں۔ (شرح صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا على جميع الخلائق)

خصائص النبی ﷺ

ذیل میں نبی کریم ﷺ کے خصائل ذکر کیے جاتے ہیں جو دیگر انبیاء سے آپ کو افضل قرار دینے کے حوالے سے دلیل بیّن ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔''
(سنن ابن ماجه: 4308، و جامع الترمذي: 3148)

اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کے پانچ خصائص معلوم ہوتے ہیں:

1- تمام کائنات کے سردار

آپ ﷺ تمام انسانوں کے سردار ہیں یعنی آدم علیہ السلام سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں سے افضل ہیں، ان تمام انسانوں میں انبیاء ورسل علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ لہٰذا آپ تمام انبیاء و رسل سے بھی افضل ہوئے۔

2- شقِ قبر

قیامت کے دن جب قبروں سے لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر شق ہوگی۔

3- شفاعتِ عظمیٰ

سب سے پہلے آپ ﷺ شفاعت کریں گے۔ اس کی وضاحت دوسری حدیث میں موجود ہے کہ قیامت کے طویل اور سخت دن میں جب لوگ پریشان ہوں گے تو تمام انبیاء شفاعت سے انکار کر دیں گے تو آخر میں آپ ﷺ کے پاس سب لوگ آئیں گے اور اللہ کے حضور شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے۔ لوگوں کی درخواست پر آپ ﷺ عرش کے نیچے سجدہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ آپ کو سفارش کرنے کی اجازت دے گا۔

4- قبولیتِ شفاعت

سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی جسے شفاعتِ عظمیٰ کا نام دیا جاتا ہے۔

5- لواء الحمد

''لواء الحمد'' یعنی حمد کا جھنڈا بھی قیامت کے دن آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ ساری کائنات آپ کی تعریف کرے گی اور آپ اللہ کی حمد کریں گے۔

امت کے لیے دعا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو ایک دعا حاصل ہوتی ہے جو وہ مانگتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔'' (صحيح البخاري: 6304، صحيح مسلم: 199)

اس حدیث میں آپ ﷺ کی یہ خصوصیت بیان ہوئی ہے کہ ہر نبی نے تو وہ دعا اپنی زندگی ہی میں کر لی لیکن آپ نے اپنی امت کے لیے اسے محفوظ رکھ لیا۔ اس سے آپ ﷺ کا اپنی امت کے لیے درد اور اس کے لیے فکرمندی کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

نبی ﷺ کی عمر کی قسم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی نبی یا دوسرے انسان کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ یہ اعزاز اور شرف صرف آپ ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''تیری عمر کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔''
(الحجر 15:72)



قرآن.....ایک عظیم معجزہ

دیگر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختلف معجزات عطا فرمائے، جو ان کے دنیا سے جانے کے ساتھ ہی ختم ہو گئے لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں ایک ایسا جاوداں معجزہ عطا فرمایا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو اس قدر معجزات دیے گئے کہ جن کو دیکھ کر انسان ایمان لا سکیں۔ یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔'' (صحيح البخاري: 4981، وصحيح مسلم: 152)

مزید چار خصائص

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے، میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، پس میری امت میں سے جو شخص بھی جس جگہ بھی نماز کا وقت پا لے، وہ وہیں نماز پڑھ لے، میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا، مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور پہلے انبیاء کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' (صحيح البخاري: 335، صحيح مسلم: 521)

درج بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ کے پانچ خصائص ذکر ہوئے ہیں ان میں سے ایک ''شفاعت'' کا ذکر ہم اوپر پڑھ چکے ہیں۔ باقی چار حسب ذیل ہیں:

① دشمن پر رعب

ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر رعب طاری کیا جانا، یعنی دشمن ابھی آپ سے ایک ماہ کی مسافت پر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ ڈال دیتا۔

② تمام زمین مسجد

رسول اللہ ﷺ کو یہ خصوصیت بھی عطا کی گئی ہے کہ عبادت کے لیے صرف معبد خانے میں جا کر عبادت کرنا ضروری نہیں جیسا کہ دیگر مذاہب میں ہے۔ بلکہ کوئی مسلمان اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو تو وہ جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر پانی موجود نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

③ مالِ غنیمت

سابقہ امتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ آسمان سے آگ آتی اور مالِ غنیمت کو جلا کر ختم کر دیتی۔ لیکن امت مسلمہ کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔

④ خاتم النبیین

اللہ تعالیٰ نے یہ ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف اور مخصوص مدت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام جن و انس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آپ کو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ''خاتم النبیین'' کا لقب عطا فرمایا ہے۔ یہ آپ کا ایسا شرف ہے جس سے اور کوئی نبی متصف نہیں۔

اسراء و معراج

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو ایک رات کے کچھ حصے میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر سدرة المنتهى تک سیر کرانا بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کسی اور نبی کے بارے میں ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلا کر اس سے کلام کیا ہو۔

جوامع الکلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جوامع الکلم کے ساتھ نوازا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔''

(صحيح البخاري: 2977، صحيح مسلم: 523)

مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ کی ایک خصوصیت جوامع الکلم ذکر کی گئی ہے۔ اس سے مراد ایسا کلام ہے جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی بہت وسیع ہوں۔

سب سے پہلے جنت میں

اگرچہ آپ ﷺ سب سے آخر میں مبعوث



کیے گئے اور آپ ﷺ کی امت سب سے آخر میں آئی مگر قیامت کے دن سب سے پہلے امت محمدیہ کا حساب کتاب ہوگا اور جنت میں سب سے پہلے آپ کی امت داخل ہوگی۔
(صحیح مسلم: 856)

مقام وسیلہ

قیامت کے دن آپ ﷺ کو ''وسیلہ'' کے نام سے ایک خاص مقام عطا کیا جائے گا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم موذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: 384)

حوضِ کوثر

رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو جنت میں ''حوضِ کوثر'' عطا کیا جائے گا۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے، جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں بہت خیر ہے۔ روزِ محشر میرے امتی اس حوض کا پانی پینے کے لیے آئیں گے۔ اس حوض پر اتنے گلاس ہوں گے جتنے آسمان کے تارے.....''
(صحیح مسلم:400)

رحمۃ للعالمین

اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ آپ کی یہ رحمت انسانوں، جنوں، جانوروں، پرندوں حتی کہ بے جان چیزوں کے لیے بھی تھی۔ آپ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر اجتماعی طور پر کوئی عذاب نازل نہیں فرمایا۔ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ سابقہ نبیوں کی طرح آپ کی امت پر کوئی عذاب نہیں آیا جیسے نوح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام وغیرہ کی امتوں پر عذاب آئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب نازل فرمائی، اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود ہی لیا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بے شک ہم ہی اس ذکر کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' (الحجر 9:15)

سابقہ انبیاء پر بھی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے لیکن لوگوں نے اپنے نبیوں کی کتابوں میں تبدیلیاں اور تحریف کر لی جبکہ قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہے گا۔

بیدار دل

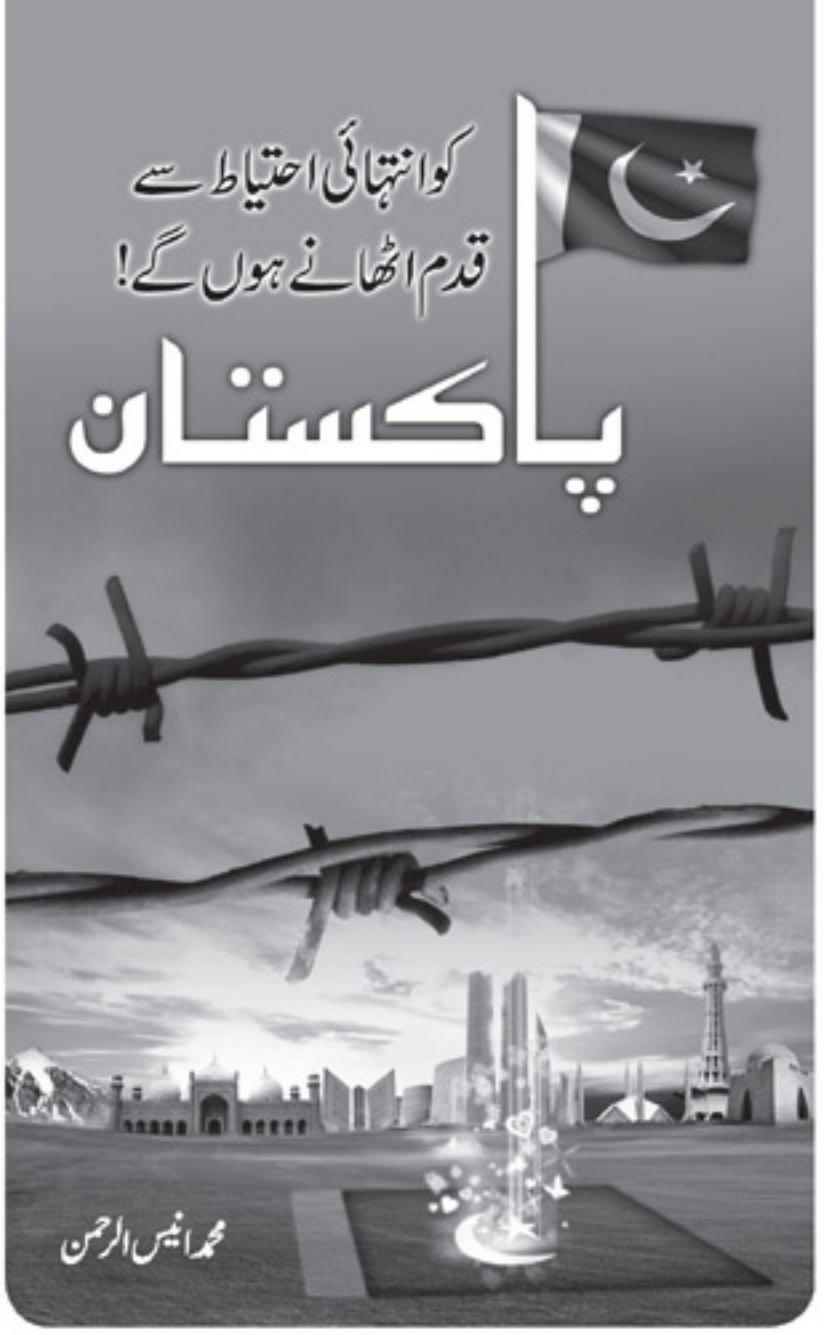
آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا اور اسی لیے نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔
(صحیح البخاري: 1147، صحیح مسلم: 738)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں تمام انبیاء کے حوالے سے بھی یہ خصوصیت منقول ہے۔
(صحیح البخاري:3570)

دو نور

آپ ﷺ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی شکل میں دو نور عطا کیے گئے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنے اوپر سے ایک زور دار آواز سنی، انھوں نے سر اٹھایا اور فرمایا: ''یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا: دو نوروں کی خوشخبری سنیے! یہ دو نور صرف آپ کو عطا کیے گئے ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے۔ ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات ہیں۔ آپ ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی۔''
(صحیح مسلم:806)

معزز قارئین کرام! اس مضمون میں رسول اللہ ﷺ کے صرف بعض خصائص کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ قرآن و حدیث میں آپ کے بہت سے خصائص بیان ہوئے ہیں جو آپ کے علاوہ دوسرے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئے۔



انتہائی باوثوق ذرائع نے خبر دی ہے کہ جنوری کے پہلے ہفتے میں کابل میں ایک علماء کونسل کا انعقاد کیا جارہا ہے جس میں تمام دنیا سے دیو بند علماء کی کثیر تعداد کو مدعو کیا جائے گا۔ اس کانفرنس میں طالبان کی جانب سے بھی شرکت کا اظہار کردیا گیا جبکہ کرزئی حکومت کی پوری کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح امام الحرم المکی الشیخ السدیس بھی اس کانفرنس میں شرکت کریں۔ پاکستان کی جانب سے مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق اور کراچی کے چند علماء کی جانب سے شرکت کا بتایا جاتا ہے۔

یہ بھی شنید ہے کہ بھارت سے بھی علمائے دیوبند کا ایک بڑا وفد اس کانفرنس میں شریک ہوگا۔ اس کانفرنس کے مقاصد یہ بتائے گئے ہیں کہ تمام دنیا سے جید علماء طالبان کے نمائندوں سے مذاکرات کریں گے اور انھیں اس بات پر راغب کرنے کی کوشش کریں گے کہ امریکہ اور نیٹو افواج کو غیر مشروط طور پر افغانستان سے نکلنے کا محفوظ راستہ دے دیا جائے تاکہ اس خطے کو مزید خونریزی سے بچایا جاسکے۔ اس کے علاوہ اسی پلیٹ فارم سے امریکہ سے بھی اپیل کی جائے گی کہ وہ افغانستان سے جلد اپنی فوجیں بلا لے جس پر امریکہ کی جانب سے فوجی انخلاء کا اعلان بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح عالم اسلام میں امریکہ کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو بھی کسی حد تک کم کرنے میں مدد ملے گی۔ لیکن ذرائع کا خیال ہے کہ کابل کی علماء کانفرنس اسی وقت منعقد ہوسکے گی جب فرانس میں ہونے والی کانفرنس کا کوئی نتیجہ سامنے آئے گا جہاں پر طالبان نے اپنے نمائندوں کو شرکت کے لیے بھیجنے پر رضا مندی ظاہر کردی تھی۔ اس سارے منظر نامے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔ امریکہ اور اس کے نیٹو اتحادی دنیا کی جدید ترین عسکری ٹیکنالوجی کے ساتھ افغانستان کے بوریا نشینوں سے لڑنے آئے تھے۔ دنیاوی طور پر ان کا کسی طرح بھی آپس میں جوڑ نہیں تھا۔ لیکن آج صورتحال یہ ہے کہ امریکہ کو افغانستان سے جان چھڑانے کے لیے کئی قسم کے حربے استعمال کرنا پڑ رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکہ افغانستان کو پوری طرح چھوڑنا بھی نہیں چاہتا اور پس منظر میں رہ کر اپنا فسادی کردار مسلسل ادا کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس لیے اس کی ہر کوشش میں کوئی نہ کوئی مفاد پوشیدہ ہے۔

نائن الیون کے واقعے کے بعد عالمی منظر نامے پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ امریکہ نے اس سانحے کا جواز بنا کر کئی ممالک پر لشکر کشی کی اور کچھ پر حملوں کے لیے تاحال پر تولے جا رہے ہیں۔ افغانستان پر حملہ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد امریکہ کا پہلا ردعمل تھا۔ طاقت اور وسائل کے نشے سے سرشار امریکہ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ برسہا برس تک عسکری اور مالی وسائل جھونکنے کے باوجود پسپائی اور ذلت اس کا مقدر ہوگی۔ افغانستان امریکہ کے لیے ایک ایسا گرداب ثابت ہوا کہ جو کچھ اس کی زد میں آیا غرق ہوگیا۔ کچھ مبصرین کی نظر میں سوویت یونین کی تاریخ ایک مرتبہ پھر دہرائی جارہی ہے۔ اسّی کی دہائی میں افغانستان پر حملے کے نتیجے میں اپنے وقت کی سپر پاور سوویت یونین کو سخت اور بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ معاشی بدحالی اس کا مقدر بن گئی اور بالآخر اس کے حصے بخرے ہو گئے۔ آج امریکہ کو اپنی جارحانہ جنگی پالیسیوں

کے نتیجے میں تقریباً ویسی ہی صورت حال اور حالات کا سامنا ہے۔ امریکہ معاشی گرداب میں پھنستا چلا جا رہا ہے، اندرونی اور بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور سب سے بڑی مماثلت یہ ہے کہ آج امریکہ کی درجنوں ریاستوں میں علیحدگی کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ درجنوں ریاستوں نے وفاق سے علیحدگی کے لیے اپنی درخواستوں کو جمع کروا دیا ہے اور آئین اور قانون کے مطابق ان درخواستوں پر غور کے لیے پچیس ہزار سے کہیں زیادہ لوگوں نے ان پر دستخط بھی کر دیے ہیں۔

افغانستان پر امریکی حملہ، اس کے گلے میں پھنسی ہڈی ثابت ہوا ہے جسے نہ اگلتے بن پڑ رہی ہے اور نہ ہی جسے نگلا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ 2014ء میں وہاں سے انخلاء کا اعلان کے باوجود مسلسل تذبذب کا شکار ہے۔ کسی قسم کے حتمی منصوبے کا اعلان کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے۔ امریکی انتظامیہ نے اعلان کیا ہے کہ 2014ء کے بعد افغانستان سے امریکی فوجوں کی مکمل واپسی کے حوالے سے ابھی تک حتمی فیصلہ نہیں ہوا، وائٹ ہاؤس کے ترجمان جے کرنی کے مطابق صدر بارک اوباما افغانستان سے 2014ء کے بعد امریکی دستوں کی موجودگی اور تعداد کے حوالہ سے تجاویز کا جائزہ لے رہے ہیں۔ حتمی فیصلہ اتحادیوں سے مشاورت اور ان کی جانب سے پیش کی ہوئی تجاویز کی روشنی میں کیا جائے گا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ امریکہ نے افغانستان کے حوالے سے اپنی پالیسی تبدیل کرنے کا





دارُالسّلام

انعامی کوئز پروگرام

Sh.Siddiq7@Gmail.com

ماہِ دسمبر کے درست جوابات

① سب مہینے اللہ کی طرف سے ہیں، کوئی مہینہ منحوس نہیں ہے۔
② 16 دسمبر 1971ء
③ پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار بھارت کا تھا۔
④ کرسمس عیسائیوں کا تہوار ہے۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

ثوبیہ صالحہ (لاہور)، منصور احمد، جویریہ خالد (ملتان)، ملک سیف، روحہ مریم (قصور)، عبدالعزیز راہموں، شفیق الرحمان آزاد (بدین)، اخت حافظ ابو ذر غفاری (بہاولنگر)، مجیب الرحمان (ڈیرہ غازی خاں)، غازی عبدالرشید میو (جھنگ)، عبدالقادر (چکوال)، محمد اسلم سیف (لیہ)، ابتسام الٰہی ظہیر (فیصل آباد)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① ''تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''
② اس طرح کے خواب کی حیثیت شیطانی خیالات کے سوا کچھ نہیں رہتی۔
③ تم بڑے باپ کے بیٹے ہو، چادر پر بیٹھو۔ میرا کیا ہے میں تو زمین پر ہی بیٹھ جاؤں گا۔
④ وہ یہودی بچہ بھی نبی ﷺ کے جوتے اٹھانے کو اپنے لیے سعادت مندی سمجھتا تھا۔

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① راجح قول کے مطابق نبی ﷺ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟
② دینِ اسلام میں ایک نئی عید داخل کی گئی ہے، اس کا نام بتائیں۔
③ کیا نبی ﷺ نے خود یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کا یومِ ولادت منایا؟
④ نبی ﷺ کا یومِ وفات کیا ہے؟

(قرعہ اندازی میں شامل ہونے کے لیے جوابات کا ہر مہینے کی 20 تاریخ تک پہنچنا ضروری ہے۔)



فیصلہ کیا ہے۔ مستقبل میں امریکہ افغانستان میں ''فرنٹ فٹ'' کی بجائے ''بیک فٹ'' پر کھیلے گا۔ کم از کم دس ہزار امریکی افواج وہاں مستقل طور پر قیام کریں گی۔ غالباً امریکی افغانستان جیسے جیوسٹریٹجک علاقے کو بالکل خالی نہیں چھوڑنا چاہتا کیونکہ جونہی امریکہ نکلے گا خطے کی دیگر طاقتیں یہاں پر اپنا اثر ورسوخ جمانے کے لیے مختلف جہتوں سے عمل دخل شروع کر دیں گی جن میں چین اور روس سرفہرست ہیں۔ امریکہ یہ کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ جہاں اس نے بارہ برسوں تک مار کھائی اور بے انتہا مالی اور معاشی خسارہ اٹھایا وہ قدرے امن کے وقت میں اپنی حریف طاقتوں کو اس کے مثبت ثمرات سے استفادہ کرنے دے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں امریکہ اور نیٹو فوج کے کمانڈر جنرل جان ایلن کی پیش کردہ تجاویز کی روشنی میں کم فوجیوں اور کم فوجی اڈوں کے مستقل قیام کے منصوبے کو قبول کر لیا گیا ہے۔ امریکہ 2014ء کے بعد القاعدہ کے دوبارہ ابھرنے کے پیش نظر ایک ہنگامی قدم کے طور پر ایک چھوٹی انسداد دہشت گردی فورس افغانستان میں برقرار رکھے گا۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق امریکہ اور نیٹو افواج کے کمانڈر جنرل جان ایلن کی سفارش پر مبنی منصوبے کے مطابق نیٹو افواج ایک بڑے علاقائی فوجی اور پولیس ہیڈ کوارٹر میں افغان فورس کو متوازی کوشش کے تحت مشورہ دیتی رہے گی۔ طالبان اور وہاں پر موجود اپنے مخالفین سے مقابلہ کرنے کے لیے افغان فورسز کو آگے رکھا جائے گا جنھیں ٹریننگ اور دیگر تکنیکی معاونت وہاں پر موجود امریکی فوجی فراہم کریں گے۔ افغانستان میں افغان صوبوں کو مرحلہ وار طریقے سے افغان فوج کے حوالے کرنے کا عمل شروع کیا جا چکا ہے جس سے دنیا کو بظاہر یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ امریکی حکومت افغانستان سے انخلاء کے اپنے وعدے میں مخلص ہے اور 2014ء تک وہ اپنے کیے گئے وعدے کے مطابق افغانستان سے انخلاء کر جائے گی۔ امریکی افواج کی ایک مخصوص تعداد مستقل طور پر وہاں قیام کر کے اپنے مشن کو تکمیل دے گی۔ امریکی افواج نے جنوبی افغانستان سے بھی کابل اور بگرام کی طرف انخلاء کا آغاز کر دیا۔ 28 نومبر کو افغانستان کے جنوب مشرقی صوبہ کے دارالحکومت قلات اور دو اضلاع شہر صفا اور شاہجوئی کو افغان فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ اس حوالے سے قلات میں ایک بڑی تقریب بھی منعقد کی گئی۔ اس موقع پر امریکی حکام اور افغان حکام نے بتایا کہ افغانستان کے امن کی ذمہ داری افغان فوج اور پولیس کے حوالے کرنے کے تیسرے مرحلے کا آغاز زابل سے کر دیا گیا ہے اور زابل کے دارالحکومت قلات اور دیگر دو اضلاع میں قائم امریکی فوجی اڈوں کو افغان پولیس اور فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے اور وہاں سے امریکی فوج نے اپنے ساز وسامان اور فوجیوں کو بگرام اور کابل منتقل کرنا شروع کر دیا ہے۔ امریکی افواج کے انخلاء کے سلسلے میں 250 اڈے افغان فوج کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ مزید 140 اڈوں کی حوالگی کے لیے بات چیت مکمل ہو گئی ہے۔ افغان وزارت دفاع کے اہم ذرائع نے میڈیا کو نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ افغانستان میں امریکی فوج نے 2001ء سے 2011ء تک تقریباً 800 چھوٹے بڑے فوجی اڈے تعمیر کرائے تھے، ان میں سے 400 کے قریب اڈے امریکی اور اتحادی فوجیوں نے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے ہیں کیونکہ ان اڈوں کے اندر مزاحمت کاروں اور طالبان کو تفتیش کے لیے اذیتیں دی جاتی تھیں، اس لیے تفتیشی طریقہ کار اور شواہد کو مٹانے کے لیے ان اڈوں کو بارودی مواد سے اڑا دیا گیا ہے جبکہ باقی 400 اڈوں میں سے 250 اڈے افغان فوج کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ ان میں نصب حساس اور جاسوسی کے جدید آلات اتار لیے گئے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ امریکہ افغانستان سے ذلیل ہو کر نکل تو رہا ہے لیکن وہ اس ذلت کا ادھار خطے میں کسی اور سے اتارنا چاہتا ہے۔ اسے اس بات کا اچھی طرح ادراک ہے کہ افغانستان میں جب تک امریکہ اور اس کے اتحادی یورپی ممالک پھنسے رہے چین اور روس تیزی کے ساتھ ترقی کرتے رہے جہاں امریکہ اور یورپی ممالک کی اقتصادیات زوال پذیر ہو رہی وہیں پر روس اور چین معاشی طور پر مستحکم تر ہوتے جا رہے تھے۔ اس لیے خطے میں عنقریب تیزی کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہونے کا احتمال ہے اور پاکستان کو اس سلسلے میں انتہائی احتیاط سے قدم اٹھانا ہوں گے۔

حافظ محمد حق نواز
ریسرچ فیلو دار السلام

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

جو شخص سوتے ہوئے کوئی چیز دیکھے، اگر وہ بری اور فضول ہو تو اسے اضغاث احلام سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر اچھی ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جسے ''رؤیا'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواب میں زندہ اور فوت شدہ ہر شخص کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس میں روحوں کے آنے یا نہ آنے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ خواب میں دوسرے لوگوں کی طرح رسول اکرم ﷺ کی زیارت بھی ممکن ہے جو بندۂ مومن کے لیے نہایت عزت و شرف کا باعث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي» ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔ اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔'' (صحيح البخاري: 6993) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے



فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق ہی دیکھا کیونکہ شیطان مجھ جیسا نہیں ہو سکتا۔'' (صحيح البخاري: 6997)

مختلف کتب حدیث میں روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ تین قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں: «فَسَيَرَانِي، فَكَأَنَّمَا رَآنِي، فَقَدْ رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ» ''بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا، گویا کہ اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا ہے، یقیناً اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو اس شکل وصورت پر دیکھا جو آپ کی زندگی میں آپ کی تھی۔ (دقائق التفسير لابن تيميه)

اسی طرح کا قول امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ اس وقت ممکن ہے جب اس نے آپ ﷺ کو اصلی صورت میں دیکھا ہے۔

(صحيح البخاري: 6993)

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ ''میں نے نبی ﷺ کی زیارت کی ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''آپ کے اوصاف (حلیہ) میرے سامنے بیان کرو۔'' انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں جس شخص کو دیکھا ہے وہ شکل وصورت میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملتے جلتے تھے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یقیناً آپ نے اپنے خواب میں نبی ﷺ ہی کی زیارت کی ہے۔''

(فتح الباری:12/479)

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان آپ ﷺ کی شکل وصورت اختیار کرنے سے قاصر ہے، لہٰذا جب خواب دیکھنے والا آپ ﷺ کی زیارت شکل وصورت کے لحاظ سے کرے گا تو وہ خواب برحق ہوگا۔

امام محمد بن سیرین کے سامنے جب کوئی آدمی خواب بیان کرتے ہوئے کہتا کہ ''میں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی ہے'' تو فرماتے: ''جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے اس کا حُلیہ بیان کرو۔'' اگر وہ آپ ﷺ کی معروف صفات کے ساتھ حُلیہ نہ بیان کر سکتا تو کہہ دیتے کہ تو نے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ (فتح الباری: 12/479)

''عنقریب وہ مجھے بیداری کی حالت میں دیکھے گا۔'' علماء نے اس کے کئی مفہوم ذکر کیے ہیں جن میں تین قول مشہور ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ جاگتے ہوئے بنفس نفیس اس کی ملاقات آپ سے ہوگی جیسا کہ بعض صوفیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے جاگتے ہوئے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے بلکہ اس سے مراد تشبیہ وتمثیل بیان کرنا ہے۔ اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ اس کا خواب میں دیکھنا ایسے ہی ہے جیسے اس نے جاگتے ہوئے مجھے دیکھا۔ (مسلم) اسی طرح ایک اور روایت سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے ''اس نے مجھے جاگتے ہوئے دیکھا'' یعنی اسے شک نہیں کرنا چاہیے۔

دوسرے معنی یہ کیے گئے ہیں کہ اس سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں آپ پر ایمان لائے لیکن انھوں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا۔ اگر وہ خواب میں آپ ﷺ کو دیکھ لیں تو بیداری میں بھی ضرور دیکھیں گے۔

ابن التین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص آپ کی زندگی میں ایمان لایا لیکن آپ ﷺ کی زیارت سے ابھی تک مستفید نہیں ہوا۔ اگر آپ ﷺ کی زندگی ہی میں دوران خواب رسول اکرم ﷺ کو دیکھتا ہے تو آپ ﷺ کی وفات سے پہلے بیداری کی حالت میں ضرور زیارت کرے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن دیکھے گا اور اسے اس شخص پر خصوصی فضیلت حاصل ہوگی جس نے آپ ﷺ کو اپنی زندگی میں دوران خواب نہیں دیکھا ہوگا۔

اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ قیامت والے دن تو ہر شخص آپ ﷺ کو دیکھے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خصوصیت حاصل ہوگی۔

امام نووی قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ احتمال بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان «فَقَدْ رَآنِي أَوْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ» سے مراد یہ ہو کہ جس بندے نے آپ ﷺ کو زندہ حالت میں دیکھا تھا اب اس کا خواب میں آپ ﷺ کو دیکھنا برحق ہے، یعنی اس کا خواب سچا ہے اور جس نے آپ ﷺ کو شکل وصورت کے ساتھ دیکھا نہیں ہے اس کے خواب کی تاویل کی جائے گی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس قول کو کمزور



کہا ہے تاہم ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے قول کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے اس قول سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کرنے والا دو حالتوں میں حقیقتاً آپ ﷺ کو دیکھے گا۔ پہلی حالت میں اس نے آپ ﷺ کو خواب ہی میں دیکھ لیا۔ اس کی تعبیر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوسری صورت کہ ''بیداری میں بھی دیکھے گا'' یہ بات تعبیر کی محتاج ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے: بعض کے نزدیک اس کا مفہوم ظاہر معنی کے مطابق ہوگا۔ پس جس نے نیند کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت کی ہے اس نے گویا آپ ﷺ کی زیارت ایسے ہی کی ہے جیسے کسی کی زیارت بیداری میں کی جاتی ہے، یعنی اس کا نیند کی حالت میں اور بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کو دیکھنا برابر ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی۔ بیداری کے بعد آپ ﷺ کے فرمان: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ» ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بیداری کی حالت میں بھی میری زیارت کرے گا'' کے بارے میں غور و فکر میں مشغول تھے کہ اسی دوران وہ اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے سامنے انھوں نے اپنا خواب بیان کیا۔ وہ اندر سے آپ ﷺ کا آئینہ نکال کر لائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ آئینہ دیکھا تو انھیں اس میں اپنی تصویر کی بجائے نبی ﷺ کی تصویر دکھائی دینے لگی۔

اولیاء وصلحاء کی بہت بڑی جماعت سے یہ بات منقول ہے کہ انھوں نے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی پھر بیدار ہونے پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح انھوں نے بھی مختلف طریقوں سے زیارت کی ہے۔ اور آپ ﷺ سے باقاعدہ مسائل دریافت کیے۔ آپ ﷺ نے ان کی باقاعدہ راہنمائی بھی کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا ناممکن ہے کہ کیونکہ اگر اسی طرح ہر بندہ خواب میں دیکھنے کے بعد بیداری کی حالت میں بھی آپ ﷺ کی زیارت کر لے تو وہ صحابی ہو جائے گا اور اس طرح قیامت تک صحابہ کرام کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کی کچھ حیثیت نہیں رہتی۔ خواب دیکھنے والوں میں سے کسی نے بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو بعد میں حقیقی وجود کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بڑی سختی کے ساتھ اس بندے کی تردید کی ہے کہ جس کا یہ قول ہے: جس بندے نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ ﷺ کو حقیقی وجود کے ساتھ ہی دیکھا ہے پھر اسی طرح وہ آپ ﷺ کو بیداری کی حالت میں بھی حقیقی وجود کے ساتھ دیکھے گا۔

(مأخوذ من فتح الباری:12/480,481)

خلاصہ کلام یہی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان: «فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ» کا مطلب یہ ہے کہ خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کرنے والا دنیا و آخرت میں بہترین مقام و مرتبہ حاصل کرے گا علاوہ ازیں دنیا و آخرت میں خیر و برکت سے نوازا جائے گا۔

امام قرافی ''الفروق'' میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا دو آدمیوں کے لیے صحیح طور پر ممکن ہے:

① صحابی رسول کے لیے کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو از خود دیکھا ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی شکل وصورت بھی اچھی طرح یاد ہوتی ہے اس لیے شبہ اور التباس کا ڈر نہیں ہوتا۔

② وہ شخص جو آپ کی سیرت سے بخوبی واقف ہو اور حلیے کے بارے میں بارہا پڑھا اور سنا ہو حتی کہ اس کے دل میں آپ کی صورت مبارک نقش ہو چکی ہو اور جزم کے ساتھ کہے کہ میں نے ایسی صورت ہی دیکھی ہے جیسی حدیث و سیرت میں آپ ﷺ کی ذکر ہوئی ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اسے آپ ﷺ کی زیارت ہوئی ہے۔

ان دو افراد کے علاوہ کسی کے بارے میں بالجزم نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے وہ شیطانی وسوسہ ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص خواب میں کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا یہ اللہ کے رسول ہیں تو واقعی ایسا ہو۔ کیونکہ شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا لیکن یہ جھوٹ تو بول سکتا ہے کہ میں اللہ



کا رسول ہوں یا کسی کے بارے میں تو جھوٹ بول سکتا ہے اس لیے اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور نبی ﷺ کی صفات بھی وہ نہ ہوں جو کتب سیرت واحادیث میں ذکر ہوئی ہیں تو اس نے رسول اللہ ﷺ ہی کو دیکھا بلکہ وہ شیطان کا دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اولو العزم پیغمبر کو خواب میں دیکھنا عزت اور جاہ و حشمت کی دلیل ہے۔ مرسل انبیاء کو خواب میں دیکھنا دشمنوں کے خلاف فتح یاب ہونے اور نصرت الٰہی کے نزول کی دلیل ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنا دین دار اور امانت دار ہونے کی دلیل ہے۔'' امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی بندہ خواب میں کسی پیغمبر کو تازہ رو اور خوش دیکھے تو عزت و جاہ اور نصرت پائے گا اور اگر غصے میں دیکھے تو بدحالی، رنج اور سختی کی دلیل ہے۔ اور اگر خواب میں پیغمبروں سے کچھ سنے یا وصول کرے تو یہ ان کے علم سے حصہ پانے اور خوشی کی دلیل ہے۔'' (الإشارات في علم العبارات، ص: 63)

اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھے تو وہ مصائب و آلام اور غم و اندوہ سے چھٹکارہ پائے گا اور تاریکی سے روشنی کی طرف آ جائے گا۔ مالدار ہو جائے گا اور قرض سے نجات پائے گا۔ اگر وہ پہلے سے غنی ہو تو مزید دولت پائے گا۔ قیدی ہو تو نجات، دہشت ہو تو امن پائے گا۔ قحط و تنگی کی صورت میں خوشحالی پائے گا۔

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو ترش رو دیکھے تو یہ سستی دین اور اس ملک میں بدعت کے ظاہر ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ ﷺ کو ایسی جگہ دیکھے کہ لوگ پکارتے ہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اجڑا ہوا ملک پھر آباد ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو کچھ کھاتے ہوئے دیکھے تو صدقہ اور زکوٰۃ دینے کی دلیل ہے اور اگر آپ کو ایسی جگہ دیکھے جہاں کسی طرح کی بلا اور محنت مشقت نہیں ہے تو اس جگہ میں زیادہ نعمت ہو گی۔ خاص کر اگر مسجد میں دیکھے۔ اور اگر کوئی آپ کو غمناک یا بیمار دیکھے تو یہ اس شخص کے دین میں کمزوری کی دلیل ہے۔ اور اگر آپ ﷺ کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کم ہوا دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ اس جگہ پر علاقے کے لوگ شریعت پر عمل کرنے میں سست ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے جسم کا نقصان اس شخص کے دین کا نقصان ہے اور اگر خواب میں دیکھے کہ آپ ﷺ نے اس کو تر یا خشک میوے دیے ہیں تو اس کو دین میں پارسائی حاصل ہوگی۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص خواب میں آپ ﷺ کو دیکھے تو نیک لوگ ہی ایسے خواب دیکھتے ہیں اور آپ ﷺ ان کو ان چیزوں کی بشارت دیتے ہیں جو ان کو پہنچیں گی اور برے آدمیوں کو گناہ کرنے سے بچاتے ہیں تا کہ عذاب سے نجات پائیں۔ کیونکہ آپ ﷺ مومنوں کے لیے بشیر اور کافروں کے لیے نذیر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اگر کوئی خواب میں آنحضرت ﷺ کا جنازہ دیکھے تو اس ملک میں رنج اور مصیبت بہت آئے گی اور اگر جنازے کے پیچھے آپ ﷺ کو جاتے دیکھا تو یہ خواہش اور بدعت کی دلیل ہے اور خواب کے دوران اگر صرف آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہو تو یہ مال و دولت اور سرداری پانے کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ آنحضرت ﷺ اس پر افسوس کرتے ہیں تو وہ اس کے کافر ہونے کی دلیل ہے۔

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی زیارت کی ہے خواہ وہ نبی زندہ تھا یا فوت شدہ۔ اس کی تعبیر تین طرح سے ہوسکتی ہے: ① اگر خواب دیکھنے والا متقی تھا تو اس کا تقویٰ مزید بڑھے گا اور اگر وہ گناہ گار تھا تو اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق دے گا۔ ② خواب دیکھنے والا اسی طرح اس نبی کی زیارت کرے گا جس طرح اس نے خواب میں زیارت کی تھی یا اسے دنیا میں ہی خیر و برکت حاصل ہو گی۔ ③ کسی بھی نبی کو خواب میں دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آدمی اہل جنت میں سے ہے اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

(الاشارات في علم العبارات، ص: 65، 66)

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے انبیاء والا لباس پہن رکھا ہے تو یہ اس کے دین و دنیا کے درست ہونے کی علامت ہے۔ اور جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ خود نبی بن گیا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص شہادت کی موت پائے گا یا



مصائب و آلام پر اسے صبر اور ثواب سے نوازا جائے گا۔ اور جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ انبیاء کی عبادات اور نیک کاموں میں سے کوئی کام کر رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس دین کے مطابق زندگی گزار رہا ہے وہ صحیح ہے اور شریعت کے عین مطابق ہے۔

(الاشارات في علم العبارات، ص: 67)

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''خواب میں پیغمبروں کی زیارت کی دس وجوہات ہو سکتی ہیں: (1) رحمت (2) نعمت (3) عزت (4) بزرگی (5) دولت (6) فتح مندی (7) سعادت (8) جمعیت (9) قوت (10) دونوں جہاں کی خیر اور اس موضع کے لوگوں کی بہتری جہاں خواب دیکھا گیا ہے۔''

(الاشارات في علم العبارات، ص: 67)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔'' یہ روایت ضعیف ہے۔

(الکامل فی الضعفاء لا بن عدی)

مندرجہ ذیل صورتوں کو اختیار کر کے شیطان خواب میں نہیں آ سکتا:

امام مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان تمام خوابوں میں خواہ مخواہ دخل ضرور دیتا ہے۔ اپنے آپ کو سب چیزوں کی مانند بنا کر پیش کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ، پیغمبروں، فرشتوں، آسمان، سورج، چاند اور ستاروں کی مانند کوئی صورت اور شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر اس کو اللہ کی طرف سے یہ طاقت حاصل ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو ان چیزوں کی مانند بنا کر ظاہر کر سکتا تو تمام مخلوقات کے درمیان فتنہ اور گمراہی پھیلا دیتا۔ نتیجتاً اللہ کے بہت سے بندے گمراہ ہو جاتے۔

یہاں پر یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ بعض دفعہ شیطان نبی ﷺ کے سوا کسی اور انسان کی شکل اختیار کر کے کسی کے خواب میں آتا ہے اور اسے یہ باور کروانے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ وہ نبی ہے، حالانکہ اس میں کسی بھی نبی کے اوصاف نہیں ہوتے۔

اسی طرح خواب دیکھنے والا اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کا خواب بھی اکثر جھوٹا ہی ہوگا، مثلاً: پاکستان میں ایسا ہی ایک شخص موجود ہے جو اپنے آپ کو مجدد، مفسر قرآن اور علامہ کہلواتا ہے لیکن اکثر جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہائی کورٹ کے ایک فیصلے میں بھی موجود ہے۔ ایسا شخص اگر خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہی ہو گا۔ وہ اپنے اس جھوٹے خواب کو بنیاد بنا کر لوگوں سے مال و زر لوٹتا ہے تو یہ گویا وہ اپنے لیے جہنم کے انگارے اکٹھے کر رہا ہے۔ اب چاہے تو ان میں اضافہ کر لے یا کمی کر لے۔ لیکن اس کے اس جھوٹے خواب کی وجہ سے جتنے لوگ گمراہ ہوئے یا ہوں گے سب کا وبال اسی خواب بیان کرنے والے پر ہوگا۔

خواب کے ذریعے شریعت سازی

دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا خواب کی بنیاد پر اس میں کمی بیشی درست نہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے خواب میں رسول اکرم ﷺ نے یہ کام کرنے کی ہدایت کی ہے تو دیکھا جائے گا کہ شرعی نصوص کے مطابق اس کام کی کیا حیثیت ہے؟ اگر شرعی اصولوں کے مطابق ہو گا تو راہ نمائی سمجھی جائے گی ورنہ شیطانی وسوسہ سمجھ کر اسے رد کر دیا جائے گا۔

بیعت و طریقت اور صوفیت کے سلسلے جن کی بنیاد اکثر خواب ہوتے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

اسی طرح بعض لوگ اپنے جھوٹے خواب خیال کو بنیاد بنا کر بعض لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں اور رشتے داروں سے قطع تعلقی کر لیتے ہیں۔ اس طرح کے خواب کی حیثیت شیطانی خیالات کے سوا کچھ نہیں رہتی۔ خواب میں دیا جانے والا پیغام یا خیال اگر شرعی احکام کے خلاف ہو تو اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نبی ﷺ کی زیارت کا شرف بہت بڑی بات ہے۔ چاہے خواب ہی کے ذریعے ہو۔ لیکن خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھ لے کہ آیا خواب میں آنے والی شخصیت کے اوصاف بعینہ وہی اوصاف تھے جو سیرت رسول میں محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔





آپ کے سوالات اور ان کا حل

بعض معروف واقعاتِ سیرت کی استنادی حیثیت

ابوالحسن حافظ عبدالخالق، ریسرچ فیلو دارالسلام

سوال رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں پناہ لی تھی، کتب سیرت میں آتا ہے کہ اس موقع پر ایک مکڑی نے غار کے منہ پر جال بُن دیا تھا، سنا ہے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی؟

جواب بات ایسے ہی ہے، مکڑی والا واقعہ محدثین کے اصول کے مطابق پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ یہ واقعہ مصنف عبدالرزاق 389/8، رقم: 9743، اور مسند أحمد: 339/3 وغیرہ میں آتا ہے۔ اس کی سند میں عثمان الجزری ہے جو ضعیف اور منکر روایات بیان کرتا تھا، اسے عثمان المشاہد بھی کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں فمِ غار پر درخت کے اُگنے کا اور وہاں انڈوں پر دو کبوتریوں کے بیٹھنے کا ذکر بھی ملتا ہے، یہ سب روایات ضعیف ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «واعلم أنه لا يصح حديث في عنكبوت الغار والحمامتين .....» ''جان لیجیے! غار کی مکڑی اور دو کبوتریوں کی بابت کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔'' (الضعيفة: 339/3، 259، 263)

مزید تفصیل ملاحظہ ہو: (الاستيعاب في بيان الأسباب: 228/2 از سليم هلالي و محمد بن موسىٰ)

سوال ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر علی رضی اللہ عنہ کے سونے کی بابت کیا تحقیق ہے؟

جواب تاریخ وسیرت کی کتابوں میں تو اس کا ذکر ملتا ہے لیکن ازروئے سند محدثین کی کسوٹی پر یہ واقعہ پورا نہیں اترتا کیونکہ یہ سنداً ضعیف ہے۔ (السلسلة الضعيفة: 262/3)

اس کی سند میں عثمان الجزری ضعیف اور منکر روایات بیان کرنے والا راوی ہے۔ جس روایت میں مکڑی کا واقعہ ہے، اسی میں اس کا ذکر بھی ہے۔ (مزید دیکھیے! الاستيعاب في بيان الأسباب: 228/2، مسند أحمد، بتحقيق و إشراف شيخ شعيب: 302/5)

سوال روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ مختون تھے، کیا یہ بات درست ہے؟

جواب اس حوالے سے کوئی بھی مستند یا لائق اعتبار روایت موجود نہیں۔ اکثر روایات میں شدید ضعف ہے، یعنی کسی میں وضّاع ہے اور کسی میں متہم بالکذب ہے اور بعض میں ایک سے زائد اسباب ضعف ہیں۔ (تفصیل ملاحظہ فرمایئے: السيرة النبوية الصحيحة: 99/1، از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری)

المختصر موضوع سے متعلقہ کوئی مستند روایت موجود نہیں، آپ کا ختنہ وغیرہ عرف کے عام رواج کے مطابق ہی کیا گیا ہوگا۔ جس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ (ایضاً) معجم طبرانی أوسط 385/6 کی روایت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے آپ کا قلب اطہر دھویا تو اس وقت آپ کا ختنہ بھی کیا تھا لیکن یہ روایت بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عیینہ البصری اور مسلمہ بن محارب الزیادی، دونوں مجہول راوی ہیں۔ امام طبرانی لکھتے ہیں: «لا يروى هذا الحديث



عن أبی بکرة إلا بهذا الإسناد تفرد به عبدالرحمن بن عیینة». یعنی اس روایت کے بیان میں عبدالرحمٰن بن عیینہ متفرد ہے۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں: «وفیه عبدالرحمن ابن عیینة و مسلمة بن محارب و لم أعرفهما و بقیة رجاله ثقات» ''اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عیینہ اور مسلمہ بن محارب ہیں، اور میں دونوں کو نہیں جانتا۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔''(مجمع الزوائد 411/8، دارالفکر)

مسلمہ بن محارب کو امام بخاری نے اپنی تاریخ اور ابن ابی حاتم نے الجرح و التعدیل میں ذکر کیا ہے لیکن دونوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات 490/7 میں ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا مجہول ہے۔

سوال طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو وہاں کے بدقماشوں نے سخت اذیت دی، جیسا کہ کتب سیرت میں آتا ہے، آیا اس موقع پر رنجیدہ ہوکر جو رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی وہ بھی سنداً ثابت ہے؟ دعا یہ ہے: «اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ أَشْكُوا ضُعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيْلَتِي.....»

جواب سفر طائف میں مشرکین مکہ اور وہاں کے اوباشوں کے ہاتھ جو رسول اللہ ﷺ کو تکالیف اور اذیتیں پہنچیں، لہولہان ہوئے، یہ سب بنیادی تفاصیل مستند ہیں، عبد یالیل سے آپ کا مکالمہ بھی صحیح ہے۔ اس کے لیے صحیح البخاري:3231، اور صحیح مسلم، الجهاد، باب ما لقي النبی ﷺ من أذی المشرکین، دیکھی جاسکتی ہے، لیکن جہاں تک مذکورہ دعا کا تعلق ہے تو یہ ضعیف ہے، ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اسے ''السیرۃ'' میں بلا سند بیان کیا ہے، جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے۔ ابن اسحاق اگرچہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور یہاں تحدیث و سماع کی تصریح موجود نہیں۔

یہ واقعہ درج ذیل کتب میں ملتا ہے: ابن هشام:420/2، ابن هشام محقق :33/2، رقم: 419، تحقیق از مجدی فتحی السید، معجم طبرانی کبیر: 346/25، مجمع الزوائد: 35/6، وغیرہ۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: «رواه الطبرانی، وفیه ابن اسحاق ،وهو مدلس، وبقیة رجاله ثقات»

''اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں ابن اسحاق ہے، وہ مدلس ہے، باقی راوی ثقہ ہیں۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، (فقه السیرة،ص: 134، سلسله ضعیفه: 2933)

سوال کتب سیرت میں معروف واقعہ ملتا ہے کہ مشرکین مکہ جمع ہوکر سردار ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو آپ کے عظیم مشن سے باز رکھنے اور آپ کو سمجھانے کی ابو طالب کے ذریعے کوشش کی، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں کہ میں اپنی دعوت اور مشن کو چھوڑ دوں تو میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا..... کیا یہ قولِ رسول بسند صحیح یا حسن ثابت اور قابل استناد ہے؟

جواب یہ واقعہ سیرت ابن ہشام، رقم الأثر: 226 بتحقیق مجدی فتحی السید، دلائل النبوة: 187/2 وغیرہ میں موجود ہے۔

اس کی سند معضل (منقطع) ہے، اس قصے کے ناقل یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی سند ضعیف، معضل ہے۔ یعقوب بن عتبہ ثقات تبع تابعین میں سے ہیں.....''(سلسله ضعیفه: 909) یعنی یعقوب کے بعد کم از کم پے در پے دو واسطے موجود نہیں بلکہ راوی ساقط ہیں، لہٰذا سند میں زبردست انقطاع ہے۔

ہاں اس کے بجائے بسند حسن بواسطہ طلحہ بن یحییٰ عن موسی بن طلحہ یہ الفاظ منقول ہیں: «أَتَرَوْنَ هَذِهِ الشَّمْسَ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلٰى أَنْ أَدَعَ لَكُمْ ذٰلِكَ عَلٰى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا لِي مِنْهَا شُعْلَةً» ''کیا تم یہ سورج دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، فرمایا: میں تمھارے مقابلے میں اس دعوت کو چھوڑنے پر ایسے ہی قدرت نہیں رکھتا جیسے تم اس سورج سے ایک شعلہ لے آنے پر قدرت نہیں رکھتے۔'' (مسند أبی یعلی: 6804، بتحقیق سلیم أسد، دلائل النبوة: 186/2-187، مجمع الزوائد: 14/6-15، وقال : الطبراني فی الأوسط و الکبیر ..... ورجال أبي یعلی رجال الصحیح) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسله ضعیفه: 311/2 میں حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل دیکھیے: سلسله صحیحه، رقم: 92.

سوال سیرت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو چھوٹے بڑے بچوں اور عورتوں نے درج ذیل اشعار



پڑھ کر نبی کریم ﷺ کا پرجوش استقبال کیا؟

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا، ما دعا لله داع

سوال یہ ہے کہ آیا مستند طور پر اس کا ثبوت ملتا ہے؟

جواب محدثین رحمہم اللہ کے معیار کے مطابق یہ ضعیف ہے، اس کی سند معضل ہے۔ دلائل النبوۃ: 506/2، میں بایں سند مذکور ہے: أبو عمرو الأديب قال: أخبرنا أبوبكر الإسماعيلي، قال: سمعت أبا خليفة يقول: سمعت ابن عائشة، شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''الفوائد'' وغیرہ کے حوالے سے سند یوں بیان فرمائی ہے: الفضل بن الحباب، قال: سمعت عبدالله بن محمد ابن عائشة يقول..... اورفرماتے ہیں: «هذا إسناد ضعيف رجاله ثقات، لكنه معضل سقط من اسناده ثلاثة رواة أو اكثر، فإن ابن عائشة هذا من شيوخ أحمد وقد أرسله .....» ''یہ سند ضعیف ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں، لیکن معضل ہے کیونکہ اس کی سند سے تین یا اس سے زیادہ راوی ساقط ہیں، کیونکہ ابن عائشہ امام احمد رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہے، اس نے اسے مرسلا بیان کیا ہے۔''

(السلسلة الضعيفة : 598)

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے یہ استقبال دف بجا کر اور خوش الحانی سے اشعار پڑھ کر کیا، شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق میں یہ الفاظ بے اصل ہیں۔ (ایضاً)

جبکہ نبی کریم ﷺ کی معیت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت فرمانا، اور مدینے پہنچنا اور وہاں لوگوں کا آپ کا پُرجوش استقبال کرنا یقیناً ثابت ہے لیکن مذکورہ بالا اشعار کا ثبوت محل نظر ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے ''أحاديث القصاص (نمبر 17)'' میں ذکر کیا ہے۔

سوال سورۂ توبہ کی آیت: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (التوبة 9:75, 76) کی شان نزول میں ایک ثعلبہ بن حاطب نامی صحابی کا واقعہ آتا ہے۔ اس میں ہے کہ اس نے بار بار رسول اللہ ﷺ سے مال کی برکت اور اس کی بڑھوتری کے لیے دعا کی درخواست کی، بالآخر آپ نے اس کے حق میں دعا فرما دی، اللہ تعالیٰ نے اسے خوب خوب برکت دی..... جب رسول اللہ ﷺ کے تحصیلدار اس کے پاس گئے تو اس نے تنگی محسوس کی اور زکوٰۃ کو ٹیکس (جزیہ) کے مترادف قرار دیا..... خطباء اور واعظین یہ قصہ بیان کرتے رہتے ہیں۔ کیا اس کا بسند صحیح ثبوت ملتا ہے؟ آیا اس سے ایک صحابی کی شان مجروح نہیں ہوتی؟ اس کا کیا جواب ہے؟ مزید یہ کہ جب ان کے بارے میں وعید کے طور پر قرآن نازل ہوا تو بڑے پشیمان ہوئے اور توبہ کی نیت سے زکوٰۃ دینے کے لیے پیش ہوئے لیکن آپ علیہ السلام نے ان کی معذرت قبول نہ فرمائی، پھر وہ بالترتیب عہد صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں بھی حاضر ہوئے لیکن ان خلفاء رضی اللہ عنہم نے بھی ان سے زکوٰۃ وصول نہ فرمائی، حالانکہ جب انسان تائب ہو جائے تو سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب محترم یہ اعتراضات یا سوالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب یہ واقعہ یا آیت کی مذکورہ شانِ نزول کسی پختہ یا مستند ذریعے سے ثابت ہو، لیکن یہ واقعہ ہی سخت ضعیف بلکہ باطل اور موضوع (من گھڑت) ہے۔ لہٰذا نہ قابل بیان ہے اور نہ قابل استدلال ہی، کیونکہ اس سے ان کی شان میں خاصا فرق آتا ہے۔ ہاں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ عمومی قرآنی اور حدیثی صحیح صریح قطعی دلائل کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو فضائل مروی ہیں، انھیں ہی بنیاد بنائیں اور انھی دلائل کی روشنی میں کوئی اقدام کریں۔ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، مذکورہ واقعہ قطعاً پیش نہیں آیا، ان کے دفاع کے لیے دیکھیے: الشهاب الثاقب في الذب عن الصحابي الجليل ثعلبة بن حاطب' از شیخ سلیم ھلالی، یہ واقعہ تفسیر طبری: 130/10، 13، معجم کبیر: 218/8، 219، دلائل النبوۃ: 124/1، رقم: 127 اور دیگر کتب میں آتا ہے۔

اس کی سند میں علی بن یزید الہانی نامی راوی متروک ہے۔

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں: رواه الطبراني، وفيه علي بن يزيد الألهاني، وهو متروك، (مجمع الزوائد: 32/7)



نبی اکرم ﷺ اور تجارت

حافظ عبدالسمیع، ریسرچ فیلو دارالسلام



رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں جن کی زندگی ہر ایک کے لیے مشعلِ راہ ہے اور زندگی میں پیش آمدہ کوئی ایسا مسئلہ اور ایسی کوئی صورت نہیں ہے جس کے لیے کتاب وسنت سے ہمیں راہنمائی میسر نہ آتی ہو۔ دین اسلام کامل اور مکمل دین ہے۔

صرف معیشت کے نظام پر غور کریں، اور دنیا میں رائج معاشی نظاموں کو دیکھیے اور پھر اسلام کے فطری اور پاکیزہ معاشی نظام کو دیکھیے تو ہر سلیم فطرت، انصاف پسند یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ اسلام سے بہتر، فلاح وترقی اور فطرت کے مطابق معاشی نظام اور کوئی نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ نے تجارت اور معاشیات پر ایسے بہترین اصول وضوابط بیان فرمائے ہیں جو قیامت تک ہر قوم کے لیے عروج وترقی کے ضامن ہیں۔

پیغمبر اسلام نے خود اپنی زندگی میں معاشی ذرائع میں سے تجارت کو اختیار کیا اور کامیاب، تجربہ کار، محنتی اور دیانتدار تاجر کی حیثیت سے سرزمین حجاز میں مقبولِ عام وخاص ہوئے۔ ہم اس مضمون کو آگے بڑھانے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی تجارت اور اس تجارت میں آپ کے شراکت داروں کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔

تجارت نبی اکرم ﷺ کا خاندانی پیشہ تھا۔ آپ ﷺ کے والد گرامی بھی تجارت کرتے تھے۔ ان کی وفات ملک شام کے تجارتی سفر سے واپسی کے دوران میں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے پردادا ہاشم بن عبد مناف ہر سال بغرض تجارت شام اور فلسطین جایا کرتے تھے یہاں تک کہ شام ہی کے سفر میں وہ غزہ (فلسطین) کے مقام پر انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ قریش کے ہاں تجارت کی بے حد اہمیت اور قدر ومنزلت تھی ان میں سے جو شخص تجارت پیشہ نہیں تھا، اس کی ان کے نزدیک کوئی خاص وقعت نہیں تھی۔

(دلائل النبوة لأبي نعيم:1/173)

نبی اکرم ﷺ نے معاش کی خاطر بالخصوص اپنے چچا جناب ابو طالب کی اقتصادی حالت کے پیشِ نظر انھیں سہارا دینے کے لیے ابتدا میں اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائی تھیں لیکن اس مشغلہ کو آپ ﷺ نے مستقل وسیلہ معاش نہیں بنایا بلکہ آپ تجارت کے مشغلہ سے منسلک ہو گئے۔ اور بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا لیکن بحیرا راہب کے اصرار پر چچا آپ کو شام لے کر نہیں گئے بلکہ انھوں نے راستے ہی سے آپ کو واپس بھیج دیا۔ (الطبقات لابن سعد: 121/1)

لیکن جب رسول اللہ ﷺ اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کی معیت میں شام کا دوسرا تجارتی سفر کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان لے کر شام کے شہر ''بُصریٰ'' کے بازار پہنچے۔ آپ اپنے سامان کا سودا کرنے لگے۔ اسی دوران ایک شخص کا سودا گری کے معاملے میں آپ ﷺ سے اختلاف ہو گیا۔ بحث وتکرار کرتے کرتے اس شخص نے اچانک آپ ﷺ سے کہہ دیا کہ آپ لات وعزی



(بتوں) کی قسم کھائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا حَلَفْتُ بِهِمَا قَطُّ، وَإِنِّي لَأُمَرُّ بِهِمَا فَأُعْرِضُ عَنْهُمَا» ''میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی۔ کبھی ان کے پاس سے گزرنے کی نوبت بھی آ جاتی ہے تو میں ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہوں۔''

آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر اس شخص نے کہا: فی الواقع آپ کی بات فیصلہ کن ہے۔ پھر وہ شخص میسرہ کو علیحدگی میں لے گیا اور راز داری سے کہنے لگا: واللہ! یہ نبی ہیں۔ ان کے اوصاف ہمارے علماء اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

(السيرة لابن إسحاق:1/128، 129)

بھاری منافع

رسول اللہ ﷺ کی برکت، کھرے معاملے، سچائی، دانائی، محنت اور معاملہ فہمی کے نتیجے میں آپ کی تحویل میں جتنا مال تھا وہ سارا «بُصریٰ» کے بازار میں نہایت نفع بخش نرخوں پر فروخت ہو گیا۔ عام تاجر جتنا نفع کماتے تھے آپ ﷺ نے اس سے دگنا نفع کمایا۔

(الطبقات لا بن سعد:1/130)

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مالِ تجارت لے کر دو دفعہ ''جُرش'' کا سفر بھی کیا۔ جُرش یمن کا بہت پرانا شہر تھا۔ یہ پانچویں صدی ہجری تک آباد تھا۔

(السيرة لا بن هشام:1/191)

رسول اللہ ﷺ کاروباری سلسلے میں نواحِ مکہ میں تہامہ کے ''حباشہ'' نامی بازار بھی گئے۔

(دلائل النبوة للبيهقي:2/62)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ''حباشہ'' کے بازار میں دیکھا تھا اور آپ ﷺ سے میں نے تہامہ کا ایک کپڑا بھی خریدا تھا۔ (معجم ما استعجم: 2/418) اس موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ قریش کا ایک اور آدمی بھی شریک تجارت تھا۔

(مسند أحمد:3/432)

رسول اللہ ﷺ نے بحرین کا سفر بھی کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عام الوفود (9ھ) میں بحرین سے آنے والے وفد عبدالقیس سے گفتگو کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اس علاقے کے مختلف مقامات کے نام لیے۔ اس وفد میں اشج عبدالقیس بھی موجود تھے۔ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ انھوں نے حیرت سے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ تو ہمارے علاقوں کے نام ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي قَدْ وَطِئْتُ بِلَادَكُمْ» ''تمھارا علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے۔''

(مسند أحمد:2/432)

رسول اللہ ﷺ کے کاروباری ساجھی

صنعت وتجارت کے مختلف شعبوں میں اکثر لوگ مشترکہ طور پر سرمایہ لگا کر شراکت داری کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ اکثر اوقات اس کے جو افسوسناک نتائج سامنے آتے ہیں، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ نے اس گوشے میں بھی اپنے عمل مبارک سے ہمارے لیے رہنمائی کی قندیل روشن کر دی ہے۔

دیکھیے شراکت کے کاروبار میں رسول اللہ ﷺ کے نقوش عمل کیسے تھے۔ بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے کاروباری شریکوں کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

سائب بن ابی سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن مجھے سیدنا عثمان بن عفان اور زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ اس موقع پر لوگ میری تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تُعَلِّمُونِي بِهِ قَدْ كَانَ صَاحِبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ» ''(میں ان سے خوب واقف ہوں) تم مجھے ان کے بارے میں (کچھ) نہ بتاؤ۔ یہ تو زمانہ جاہلیت میں میرے کاروباری ساتھی تھے۔'' سائب فوراً بول اٹھے: جی ہاں، اللہ کے رسول! آپ نے بجا فرمایا، یقیناً ایسا ہی ہے۔ آپ کتنے اچھے ساتھی تھے! یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا: «يَا سَائِبُ! انْظُرْ أَخْلَاقَكَ الَّتِي كُنْتَ تَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاجْعَلْهَا فِي الْإِسْلَامِ، أَقْرِ الضَّيْفَ، أَكْرِمِ الْيَتِيمَ وَأَحْسِنْ إِلَىٰ جَارِكَ» ''اے سائب رضی اللہ عنہ! اپنے دورِ جاہلیت کے حُسنِ اخلاق پر غور کرو اور اسے اسلام میں بھی جاری رکھو۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرو، یتیموں کی عزت کرو اور اپنے ہمسائے سے حسنِ سلوک کرو۔''

(مسند أحمد:3/425)

ایک اور روایت میں ہے کہ سائب بن ابی سائب رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ان سے فرمایا: «مَرْحَبًا بِأَخِي وَشَرِيكِي، كَانَ لَا يُدَارِي وَلَا يُمَارِي» ''اپنے بھائی اور کاروباری ساتھی کو



خوش آمدید! یہ کبھی مخالفت کرتا تھا نہ لڑائی جھگڑا۔" (الأحاديث المختارة: 397/9)

معیشت وتجارت کے لیے راہنما اصول

رسول اللہ ﷺ نے معیشت وتجارت کے حوالے سے ایسے گرانقدر راہنما اصول بتلائے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے آج کے پرفتن اور بے روزگاری کے دور میں بھی ہر شخص کو سلامتی اور خوشحالی حاصل ہوسکتی ہے۔

① سب سے اہم اور پہلا اصول یہ ہے کہ انسان کسبِ معاش میں اس کے حلال وحرام ہونے کو مدِ نظر رکھے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "لوگوں پر ایک دور ایسا آئے گا جب اس بات کی پروا نہ کی جائے گی کہ مال حلال یا حرام کس راستے سے آیا ہے۔"
(صحيح البخاري: 2059)

جو مال کمایا جارہا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ شریعت مطہرہ میں اس طریقے سے کاروبار درست ہے یا نہیں؟

② دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ تجارت اور خرید وفروخت ایسے انداز سے ہو کہ وہ ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہونے دے، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی نعمتوں کے شکر اور اسی سے مدد و نصرت مانگتے ہوئے گزرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ "ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔" (النور 37:24)

③ مال میں برکت اور اضافے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ صلہ رحمی کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "جسے اپنے رزق میں کشادگی کی خواہش ہو اور عمر کی درازی مطلوب ہو تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔"
(صحيح البخاري: 2067)

④ چیز بیچتے اور خریدتے وقت کھری بات کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کی بھلائی مطلوب ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "اگر بائع اور مشتری دونوں (اپنی بات) سچ سچ بتائیں اور صحیح بیان کر دیں تو ان دونوں کو تجارت میں برکت ہو گی اور اگر دونوں نے جھوٹ سے کام لیا یا کسی بات کو چھپایا تو برکت اٹھالی جائے گی۔"
(صحيح البخاري: 2082)

تجارت میں عیب کو چھپانے اور جھوٹ سے کام لینے سے بچنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

⑤ تجارت کے لیے صبح سویرے نکلنا برکت کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! میری امت کے لیے اس کی صبح میں برکت عطا فرما۔"

روای حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ کرتے تو اسے دن کے پہلے حصے میں روانہ فرماتے۔ صخر رضی اللہ عنہ تاجر آدمی تھے وہ جب اپنے کارندوں کو کہیں بھیجتے تو صبح کے وقت بھیجتے جس سے ان کے مال میں خوب ترقی ہوئی اور وہ کافی دولت مند ہو گئے۔ (جامع الترمذي: 1212)

⑥ لین دین میں سہولت اور عدل و احسان کا برتاؤ کرنا اور جو کوئی اپنا حق طلب کرے تو سختی برتنے سے گریز کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت اور حق طلبی کے معاملے میں سیر چشمی کا مظاہرہ کرے۔" (صحيح البخاري: 2077)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "پہلی امت میں سے کسی ایک شخص سے فرشتے ملے تو انھوں نے پوچھا: تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ کہنے لگا: میں اپنے خادموں کو کہا کرتا تھا کہ تنگ دست سے درگزر کرو اور دولت مند کو مزید مہلت دے دو۔ تو اس آدمی سے بھی درگزر والا معاملہ کیا گیا۔" (صحيح البخاري: 2079)

⑦ تجارت میں قسم کھانے سے بچنا چاہیے جہاں تک ممکن ہو قسم نہ کھائی جائے۔ اور اگر کبھی بامر مجبوری قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو قسم صرف اللہ کے نام کی کھانی چاہیے۔

⑧ خرید وفروخت میں ایک نہایت اہم مسئلہ ہوتا ہے مال کی قیمت بتانا۔ بعض دفعہ انسان مروت کی وجہ سے مشتری سے کہہ دیتا ہے کہ آپ بتائیں۔ اس کا کیا دیں گے۔ یاد رہے مال کی قیمت بتانا مالک کا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو نجار سے یوں خطاب کیا اور فرمایا: اے بنی نجار! تم مجھے اپنے



باغ کی قیمت بتاؤ۔ اس باغ کا کچھ حصہ غیر آباد تھا اور کچھ میں کھجوریں تھیں۔
(صحيح البخاري:2106)

⑨ خرید و فروخت میں دھوکا دینے سے بچنا چاہیے، معاملات صاف ستھرے اور واضح ہونے چاہییں۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بیع میں دھوکا دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو لین دین کرے تو کہہ دیا کر کہ اس میں دھوکا فریب نہیں ہونا چاہیے۔
(صحيح البخاري:2117)

⑩ مال ناپ تول کر بیچنا اور خریدنا چاہیے تا کہ کسی ایک پر ظلم و زیادتی نہ ہو جائے اور ناپ تول کی اجرت بیچنے اور دینے والے پر لازم ہو گی۔ نہ کہ مشتری (خریدار) پر۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب بیچو تو بھی ناپ تول کر اور خریدو تب بھی ناپ تول کر لو۔'' (صحيح البخاري، قبل حديث: 2126)

⑪ غلہ و اناج وغیرہ کو ناپ لینا چاہیے اس سے برکت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اپنا اناج، غلہ ناپ لیا کرو یہ تمھارے لیے بابرکت ہوگا۔'' (صحيح البخاري: 2128)

⑫ تجارت میں ایسی شرائط طے کرنی چاہیں جو معروف ہوں اور کتاب و سنت کے موافق ہوں۔ ہر وہ شرط جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو وہ ناقابل عمل ہے۔ اسے ہر حال میں چھوڑ دینا چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے سیدہ بریرہ ؓ کا بدل کتابت ادا کر کے انھیں آزاد کروانا چاہا تو بریرہ کے مالکوں نے یہ شرط لگائی کہ تمھاری ''ولاء'' ہمیں ہی ملے گی۔ تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کن ارشاد فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرائط طے کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں اور ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ مردود ہے اگرچہ سو شرائط ہوں۔ اللہ کا فیصلہ سب سے سچا اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے، ولاء اُسی کی ہے جو آزاد کرے۔''
(صحيح البخاري: 2168)

⑬ واضح رہے شریعت مطہرہ میں لین دین، ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کی اصطلاحات، عرفِ عام، رسم و رواج، نیتوں اور معروف طریقوں پر حکم نافذ ہوگا۔

اسی لیے قاضی شُریح ؒ نے سوت بیچنے والوں سے کہا: تمھارے طور طریقوں کے مطابق ہی قانون نافذ کیا جائے گا۔
(صحيح البخاري، قبل حديث:2210)

جب رسول اللہ ﷺ سے اُم معاویہ ؓ نے درخواست کی کہ ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ چپکے سے اس کے مال میں سے (ضرورت کے وقت) کچھ رقم لے لیا کروں؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دستور کے مطابق اتنا لو جو تمھارے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی رہے۔'' (صحيح البخاري: 2211)

⑭ ہر ایسی بیع جس میں دھوکا، فریب ہو وہ بیع باطل ہے۔ اسے ختم کرنا ضروری ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری کی بیع اور دھوکے کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحيح مسلم: 1513)

⑮ کسی کے سودے پر سودا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی ایک شخص دوسرے سے کسی چیز کا سودا کر رہا ہے تو درمیان میں کسی اور کو ٹانگ اڑانے کی اجازت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''تم ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرو۔'' اور ایک حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ (صحيح مسلم:3811 (1414)

⑯ کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور کسی شی پر قبضہ ہو جانے کا علم، عرفِ عام اور معروف طریقوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس کو قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے۔'' (صحيح مسلم: 1525)

⑰ عقد کی مجلس میں بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے سودے کو ختم کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی فریق کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ جدا نہ ہوں، سوائے بیع خیار کے۔''
(صحيح مسلم:1513)

⑱ عام طور پر تاجر دورانِ تجارت بے جا اور فضول باتیں کر دیتے ہیں اور اسی طرح بعض اوقات کسی معاملے پر قسم بھی کھا لیتے ہیں (بشرطیکہ وہ اپنی قسم میں سچے ہوں) تو انھیں اپنے مال میں سے کچھ صدقہ کر دینا چاہیے۔



رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اے تاجروں کی جماعت! خرید و فروخت اور لین دین میں بہت سی بے جا باتیں ہوتی ہیں اور قسمیں بھی کھائی جاتی ہیں تو اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔'' (سنن أبی داود: 3326)

⑲ لوگوں کی ضرورت کے باوجود اشیاء کی قیمت بڑھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی جائز نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (قیمت بڑھانے کی خاطر) ذخیرہ اندوزی گناہ گار ہی کرتا ہے۔ (جامع الترمذي: 1267)

⑳ خرید و فروخت میں بائع اور خریدار کے درمیان اختلاف ہو جائے تو گواہوں کی عدم موجودگی میں بائع کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور خریدار کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ سودا خرید لے یا نہ خریدے۔

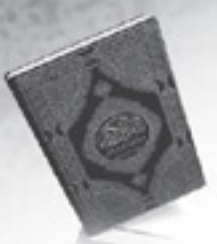
حدیث میں ہے کہ جب دو سودا کرنے والے اختلاف کریں تو معتبر بات فروخت کرنے والے کی ہوگی اور خریدار کو اختیار ہوگا۔ (جامع الترمذي: 1317)

㉑ قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگانا مکروہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''تم قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ۔'' (جامع الترمذي: 1304)

㉒ اسلام کی تعلیمات نہایت روشن واضح اور نمایاں ہیں، معاملات میں ادائیگی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''لوگوں میں بہترین وہی ہوتے ہیں جو ادائیگی میں بہترین ہوں۔'' (سنن أبی داود: 3346)

تجارت کے یہ چند اہم اور بنیادی اصول آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں۔ آپ ان میں غور کریں۔ اور پھر نتیجہ اخذ کریں کہ اگر کسی معاشرے میں انھیں ملحوظ رکھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو اس معاشرے میں امن و امان، خوشحالی اور بھائی چارہ جیسی صفات جنم لیں گی یا نہیں؟

یقیناً اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہر ایک کو فائدہ پہنچتا ہے اور بُرے سے بُرا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو دینِ حنیف کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے، اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل فورکلر کا خوبصورت اور مدلل سات اشتہارات کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے:

1 کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں 2 نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت 3 اہمیتِ نماز اور بے نماز کا انجام 4 نماز، روزہ کے محمدی دائمی اوقات 5 نبی ﷺ سے آمین بالجہر کا ثبوت 6 سورۂ فاتحہ خلف الامام 7 اثبات رفع الیدین

ملک بھر کی تمام مساجد اہلحدیث کے منتظمین حضرات مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے زیر انتظام مساجد و دینی مراکز میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

یہ اشتہارات مساجد و مراکز کی زینت اور مسائلِ حقہ کی ترویج کا بہترین و مؤثر ذریعہ ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔

نوٹ فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔

رابطہ صبح 7 بجے سے 10 بجے تک بذریعہ فون: 0333-8556473

محمد یٰسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام، جام پور ضلع راجن پور، پنجاب، پاکستان

ہم شہرِ نبوی میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں!

مدینہ منورہ میں دارالسلام کے نئے شوروم کے افتتاح کے موقع پر امام مسجد نبوی
الشیخ صلاح بن محمد البدیر ﷾ کے جذبات واحساسات
پُروقار تقریب کے انمٹ نقوش

عبدالمالک مجاہد



26 دسمبر 2012ء کو بدھ کا دن تھا۔ میں صبح سویرے ہی ریاض سے مدینہ منورہ پہنچ گیا تھا۔ صبح سویرے پونے چھ بجے چلنے والی اس فلائٹ کی خوبی یہ ہے کہ یہ بروقت اور صبح صبح مدینہ پہنچا دیتی ہے۔ آپ کے پاس پورا دن ہے آپ اپنے کام نپٹا سکتے ہیں۔ اور آپ کو مسجد نبوی شریف میں درود وسلام کی سعادت کے ساتھ ساتھ نمازیں بھی مل سکتی ہیں۔ آج کا دن دارالسلام کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہم تھا کہ آج دارالسلام مدینہ برانچ کا شوروم نئی جگہ منتقل ہو رہا تھا۔ مدینہ منورہ میں دارالسلام کی برانچ کئی سال سے کام کر رہی ہے۔ مگر جس جگہ یہ شوروم واقع تھا وہاں پارکنگ کا بہت بڑا مسئلہ تھا۔ الحمد للہ خاصی لمبی جدوجہد اور انتظار کے بعد اب ہمیں مدینہ یونیورسٹی کے قرب و جوار میں بہت اچھا شوروم مل گیا ہے جس کے سامنے درجنوں گاڑیاں پارک کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ کوئی دو ہفتہ قبل میرے دل میں خیال آیا کہ اس شوروم کے افتتاح کے لیے مسجد نبوی کے امام اور خطیب شیخ صلاح بن محمد البدیر ﷾ کو دعوت دینی چاہیے۔ میں نے دعوت نامہ لکھا اور برادرم منیب کبریا کی معرفت اسے شیخ صلاح بن محمد البدیر کو بھجوا دیا۔ دو دن کے بعد ہی ان کے دفتر کی طرف سے ان کی تشریف آوری کی اطلاع مل گئی۔ یقیناً ہمیں بہت خوشی ہوئی اور یہ دارالسلام کے لیے قابل فخر بات تھی کہ مسجد نبوی کے امام شوروم کا افتتاح کریں گے۔ دارالسلام کے سرپرست اعلیٰ جناب شیخ عبداللہ بن محمد المحتاز اور ان کے صاحبزادگان محمد اور احمد کا پہلے ہی سے مدینہ منورہ جانے کا پروگرام بنا ہوا تھا۔ شیخ صلاح بن محمد البدیر صاحب نے ہمیں بتایا کہ وہ عصر کی نماز ان شاء اللہ مسجد نبوی میں پڑھائیں گے اور وہاں سے سیدھے دارالسلام پہنچ جائیں گے۔ شیخ صلاح بن محمد البدیر ﷾ کا تعلق سعودی عرب کے منطقہ شرقیہ کے شہر ہفوف سے ہے۔ یہ وہیں پیدا ہوئے، وہاں ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ قرآن کریم حفظ کیا اور انتہائی چھوٹی عمر ہی میں مختلف مساجد میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز میں سوز رکھا ہے۔ تلاوت کرتے ہیں تو سماں بندھ جاتا ہے۔ موصوف کی قراءت کی آواز اعلیٰ حلقوں تک پہنچی تو انھیں ریاض میں امامت کی پیش کش ہوئی۔ وہ امامت اور خطابت کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو نہیں بھولے۔ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی ہفوف شہر میں بھی برانچ ہے۔ وہ اپنی تعلیم کو وہاں سے مکمل کرتے رہے۔ قدرت نے یاوری کی اور کچھ عرصے بعد انھیں حرم مکی میں نماز تراویح پڑھانے کا موقع ملا۔ اب کئی سال سے وہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے خطیب اور امام ہیں۔ وہ مدینہ منورہ کی کورٹ میں جج بھی ہیں۔ راقم الحروف کی آج سے دو سال قبل ان سے پہلی ملاقات ان کے دفتر میں ہوئی جو خاصی لمبی ہوتی چلی گئی۔ اتنے بڑے منصب پر فائز یہ شخصیت نہایت بااخلاق ہیں۔ ان کے چہرے پر ہر وقت بشاشت چھائی رہتی ہے۔



شیخ صلاح بن محمد البدیر سے میری دوسری ملاقات مسجد نبوی شریف میں واقع ان کے دفتر میں ہوئی تھی جو بلاشبہ بڑی یادگار اور تفصیلی ملاقات تھی۔

بدھ کے روز عصر کی نماز کے فوراً بعد مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ کی کثیر تعداد افتتاح میں شرکت کے لیے آ چکی تھی۔ حسب وعدہ اور وقت کے عین مطابق شیخ صلاح بن محمد البدیر اپنے بیٹے کے ہمراہ خود گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے دارالسلام کے شوروم میں پہنچ گئے۔ راقم الحروف نے اپنے ساتھیوں سمیت موصوف کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ طلبہ قطار اندر قطار امام صاحب سے مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ طلبہ کے مسئول نے انھیں مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم پاکستانی طلبہ کی نشاطات سے آگاہ کیا۔ راقم نے انھیں دارالسلام کے بارے میں مکمل اور تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ انھیں بتایا گیا کہ ہم 25 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور مختلف زبانوں میں کم وبیش 1500 سے زائد کتب کی اشاعت کر چکے ہیں۔ دارالسلام 31 سے زائد ملکوں میں اپنی شائع شدہ کتب ارسال کر رہا ہے۔ اسی دوران شیخ عبداللہ المعتاز اور ان کے صاحبزادے محمد بن عبداللہ المعتاز بھی پہنچ گئے۔ ہم سب نے مل کر بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ کہا۔ شیخ صلاح بن محمد البدیر نے بسم اللہ کہہ کر فیتہ کاٹا، طلبہ نے اللہ اکبر وللہِ الحمد کہا اور ہم دارالسلام کے خوبصورت شوروم میں داخل ہوئے۔

شوروم کی یہ بلڈنگ ابھی حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے۔ اور یہ ہال کم وبیش 15 مرلے سے زائد ہے۔ شام کے رہنے والے ایک اعلیٰ کاریگر اور انٹیریئر ڈیکوریٹر انجینئر نے اس کی خوبصورت ڈیزائننگ کی ہے۔ اس وقت دارالسلام کے جتنے شوروم ہیں ان میں سب سے خوبصورت ہے۔ یہ سنٹرل ایئر کنڈیشنڈ ہے۔

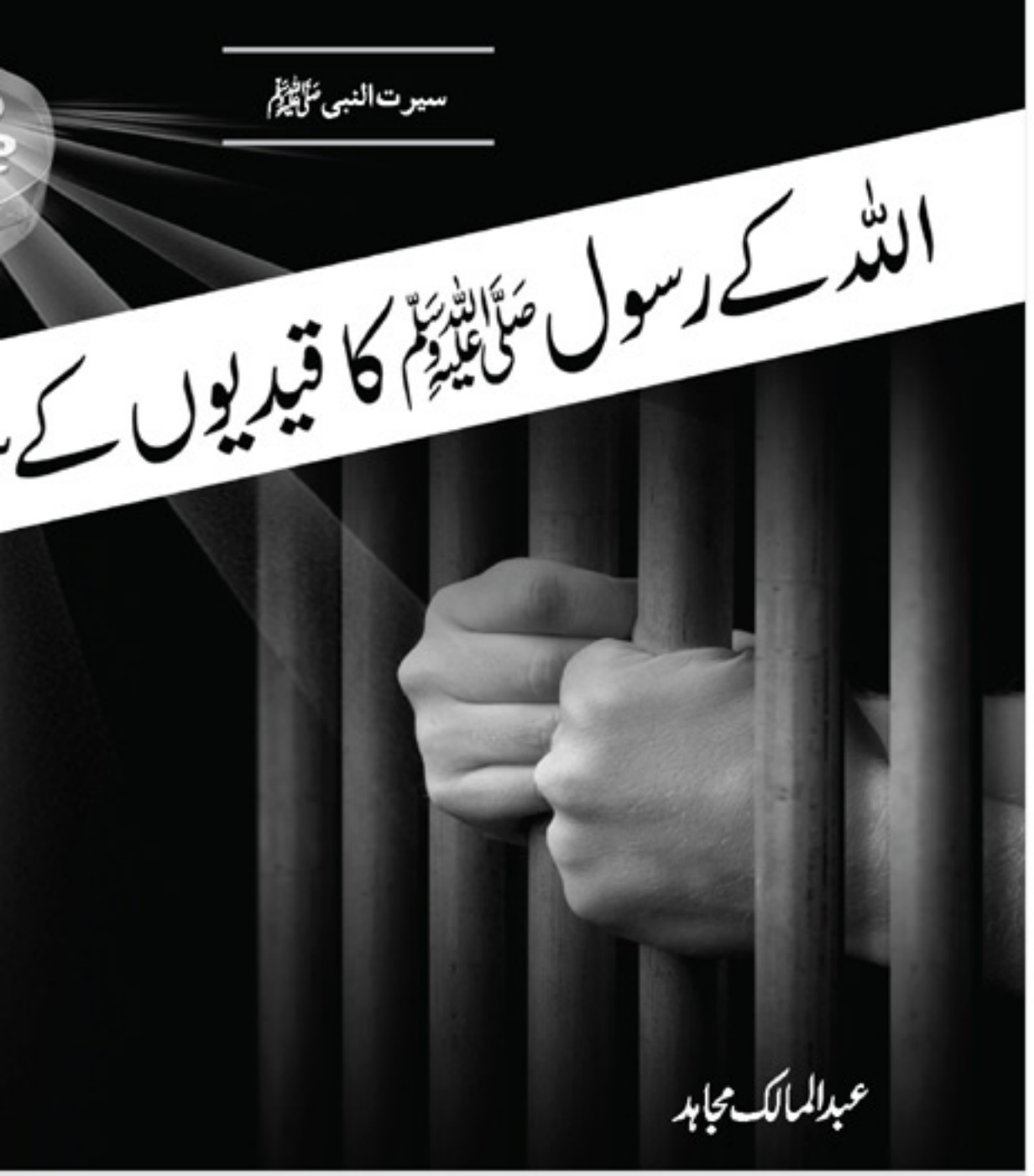
شیخ صلاح بن محمد البدیر ﷾ نے دارالسلام کے معیار کی بے حد تعریف کی۔ خصوصاً انھوں نے سیرت پاک کے موضوع پر شائع شدہ کتب کو سراہا۔ ان کا کہنا تھا کہ عصر حاضر میں تمام زندہ زبانوں میں اسلامی کتب کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت تھی جسے دارالسلام پورا کر رہا ہے۔ مدینۃ الرسول ﷺ میں اس برانچ کا افتتاح بہت خوش آئند ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اھلاً بِکُم بمدینۃ الرسول ﷺ۔ انھوں نے کتابوں کو دیکھا۔ سارے شوروم کا چکر لگایا اور پھر دفتر میں تشریف لے گئے۔ چائے کے بعد انھوں نے مہمانوں کی کتاب میں اپنے تأثرات لکھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

> ”حمد وثناء کے بعد: اللہ رب العزت کا ہم پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ آج ہم دارالسلام مدینہ منورہ کی اس نئی برانچ کی افتتاحی تقریب سعید میں شریک ہیں۔ اور ہمارے ساتھ فضیلۃ الشیخ عبداللہ المعتاز اور ان کے رفقاء اور فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد اور منیب کبریا اور طلبہ کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ہم سب نے دارالسلام کا وزٹ کیا۔ اور بہت سی نئی کتب سے متعارف ہوئے۔ یہ مبارک لمحات ہمارے لیے انتہائی خوش کن تھے جن میں ہم اس ادارے میں آئے۔ ہم دارالسلام کی عظیم کاوشوں اور منصوبوں سے آگاہ ہوئے۔ یہ ایسا ادارہ ہے جو قرآن کریم کے تراجم اور کتاب وسنت اور خالص سلفی عقیدے پر مبنی کتب کی اشاعت وترویج میں مصروف ہے۔
> میں ایک بار پھر مدینہ منورہ میں دارالسلام کی اس نئی برانچ کے آغاز پر منتظمین کو اتھاہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس ادارے کے بانی حضرات کی حفاظت فرمائے اور ان کی جہود اور کاوشوں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!“
>
> والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلاح بن محمد البدیر (امام وخطیب مسجد نبوی) 13/2/1434ھ (بمطابق 26 دسمبر 2012ء)

بعد ازاں انھوں نے مدینۃ الرسول ﷺ میں شوروم کے افتتاح پر مبارک باد پیش کی اور راقم الحروف اور دارالسلام مدینہ برانچ کے منیجر حافظ منیب کبریا کی کوششوں کو سراہا اور دعاؤں سے نوازا۔ راقم الحروف نے انھیں عربی زبان میں سپاسنامہ پیش کیا۔ جس میں ان کی دارالسلام میں تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

امام مسجد نبوی شیخ صلاح بن محمد البدیر ﷾ نے تقریر بھی کی۔ ان کی تقریر نہایت عالمانہ اور فاضلانہ تھی۔ انھوں نے کتاب کی اہمیت، اس کی نشر واشاعت اور اسے دنیا کے کونوں تک پہنچانے کے حوالے سے اپنے تأثرات بیان کیے۔ ان کا کہنا تھا کہ مدینۃ الرسول ﷺ میں دنیا کے ہر کونے اور ہر جگہ

اللہ کے رسول ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ



عبدالمالک مجاہد

سے لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہر سال آتے ہیں اور وہ صحیح لٹریچر کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ دارالسلام کا مدینۃ الرسول ﷺ میں برانچ کھولنا نہایت اہم اقدام ہے۔ انھوں نے حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ ان کے بعد شیخ عبداللہ المعتاز نے اپنے مختصر خطاب میں برانچ کے افتتاح پر اپنی بے پایاں خوشی کا اظہار کیا۔ حاضرین کی ہلکی ریفریشمنٹ سے تواضع کی گئی۔ مہمانانِ گرامی کو کتب کے تحفے دیے گئے اور نہایت پرتپاک طریقے سے انھیں رخصت کیا گیا۔ انھوں نے اندازاً 50 منٹ سے زائد وقت دارالسلام میں گزارا۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ان کی روانگی کے بعد ہم بھی مسجد نبوی شریف میں نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے پہنچ گئے۔ وہ کتنے خوبصورت اور وجد آفرین لمحات تھے جب مسجد نبوی میں نماز مغرب کی اقامت ہوئی تو شیخ صلاح بن محمد البدیر نے اپنی خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی۔ میں نے سوچا یہ عظیم شخصیت کوئی آدھ گھنٹہ پہلے ہمارے پاس دارالسلام میں موجود تھی اور اب یہ مصلّٰی رسول ﷺ پر کھڑے ہیں۔ الحمدللہ اس روز مجھے چار نمازیں مسجد نبوی میں مل گئیں۔ جناب مختار عثمانی صاحب جدہ سے خصوصی طور پر اپنے احباب کے ہمراہ تشریف لائے۔ ہم نماز ادا کر کے واپس گئے تو ابھی تک طلبہ کی کثیر تعداد شوروم میں موجود تھی۔ میری رات ساڑھے گیارہ بجے واپسی کی فلائٹ تھی۔ الحمد للہ میں رات ایک بجے بخیر وعافیت اپنے گھر میں تھا۔

قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

''یعنی اللہ کے بندے اللہ کی محبت کی خاطر مساکین، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (الدھر 76: 8) اگر ہم اس آیت پر غور کریں اور سوال کریں کہ کیا عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں مسلمان قیدی پائے جاتے تھے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یقیناً اس دور میں مسلمان قیدی نہیں تھے، البتہ مشرکین قیدی ضرور تھے۔ غزوۂ بدر میں مشرکین کے 70 افراد کو قیدی بنایا جاتا ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: بنوعبدالدار کے ایک شخص عُبَیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب بدر کے قیدی لائے گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا اور صحابہ کرام کو حکم دیا: «اسْتَوصُوا بِالْأُسَارَى خَيرًا» ''قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا۔'' چنانچہ سیدنا مصعب بن عمیر کا بھائی ابوعزیز جو قیدی کی حیثیت سے ایک انصاری کے گھر میں تھا۔ وہ کہتا ہے: اس انصاری گھرانے کا میرے ساتھ سلوک نہایت عمدہ تھا، جب وہ مجھے دوپہر یا رات کا کھانا دیتے تو میرے لیے روٹی کا بندوبست کرتے اور خود کھجوروں پر گزارا



کرلیتے۔ مجھے شرم محسوس ہوتی اور میں روٹی واپس کردیتا ،مگر وہ اصرار کرکے مجھے روٹی کھلاتے۔ (المعجم الكبير للطبراني: 18410)

یاد رہے کہ اس زمانے میں مدینہ میں روٹی خاصی مہنگی ہوا کرتی تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کا قیدیوں کے ساتھ یہ حسن سلوک صرف کھلانے پلانے تک محدود نہ تھا بلکہ وہ قیدیوں کے لباس وآرام کا بھی خیال رکھا کرتے تھے۔حدیث شریف میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں میں اللہ کے رسول ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔یہ خاصے لمبے قد کے تھے، جنگ کی وجہ سے یا قیدی بننے کی وجہ سے ان کی قمیص کھوگئی تھی۔جب یہ مدینہ لائے گئے تو ان کے جسم پر قمیص نہ تھی۔اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کی مگر ان کے ناپ کی کوئی قمیص نہ مل سکی۔رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بھی خاصے لمبے قد کا تھا، چنانچہ اس سے قمیص لے کر سیدنا عباس بن عبدالمطلب کو پہنائی گئی۔

قارئین کو خوب معلوم ہوگا کہ جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی قمیص اسے بطور کفن دی تھی۔ سیرت نگاروں کے مطابق یہ اس قمیص کا بدلہ تھا جو عبداللہ بن اُبَیّ نے آپ کے چچا کو دی تھی۔

(صحيح البخاري: 1269)

قارئین کرام! اوپر والے واقعات لکھنے سے مقصد آپ کو یہ بتلانا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیا، حتیٰ کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان بڑا مشہور ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اوران بدبو دار لوگوں کی مجھ سے سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں انھیں چھوڑ دیتا۔'' (صحيح البخاري: 3139) یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ مطعم وہ شخص تھا جو کافر ہونے کے باوجود مکارم اخلاق میں یکتا تھا۔یہ مطعم وہی ہے جس نے شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کے خاندان سے قریش کا مقاطعہ ختم کرانے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا تھا۔اسی طرح جب آپ طائف کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا: میں تمھاری پناہ میں مکہ آنا چاہتا ہوں۔مطعم نے اس پر موافقت کی، پناہ دینے پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے ہتھیار پہن لیے، اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ تم لوگ ہتھیار باندھ کر بیت اللہ کے گوشوں پر جمع ہوجاؤ، کیونکہ میں نے محمد ﷺ کو پناہ دے دی ہے۔اس کے بعد مطعم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ مکہ کے اندر آجائیں اور اس پیغام کے بعد آپ ﷺ زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر مکہ تشریف لائے۔ مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ قریش کے لوگو !میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے، اب انھیں کوئی تنگ نہ کرے ،اللہ کے رسول ﷺ نے مطعم بن عدی کے اس حسن سلوک کو کبھی فراموش نہیں کیا۔

قارئین کرام!میں نے کئی مرتبہ اپنی ان گزارشات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی، آپ ﷺ کا حسن سلوک لوگوں کو گرویدہ بنالیتا تھا۔ جو آپ کے پاس ایک مرتبہ بیٹھ جاتا وہ آپ سے بے حد متاثر ہوتا۔

قارئین کرام! ہماری بات قرآن کریم کی اس آیت سے شروع ہوئی تھی کہ مسلمان اللہ کی محبت کی خاطر یتیموں، مسکینوں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔اسی تناظر میں ہم قبیلہ بنو طے کے سردار حاتم طائی کی صاحبزادی ''سفانہ'' کو دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے ساتھ کیسا عمدہ سلوک فرمایا۔اسے



صرف کھانا ہی نہیں کھلایا بلکہ اسے آزاد بھی کردیا اور سواری بھی عطا فرمائی۔

سیرت پاک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے بہت سے افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔ اس کا ایک سبب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا ان کے ساتھ حسن تعامل بھی ہے۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب ''سنہری کرنیں'' میں ایک عقلمند خاتون کا واقعہ بیان کیا ہے، جسے افادہ عام کے لیے یہاں بھی بیان کیا جارہا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے حسن تعامل اور اعلیٰ اخلاق سے کس طرح لوگوں کے دلوں کو جیتا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے حکمرانوں نے اقتدار ملنے کے بعد یا فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے مخالفین کے ساتھ بدترین سلوک کیا۔ ان پر وہ مظالم ڈھائے کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، مگر یہاں رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ وہ اپنی ساری دشمنی کے باوجود آپ کے گرویدہ ہوگئے اور آپ پر جان نثار کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ میں ذرا سا اشارہ سہیل بن عمرو کی طرف کرکے آپ کو حاتم طائی کی بیٹی سفانہ اور بیٹے عدی کا واقعہ سناؤں گا۔

سہیل بن عمرو قریش کے سرکردہ افراد میں سے تھا، وہ خطیب تھا، شاعر تھا، اپنی قوم کا معزز فرد تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا شدید دشمن تھا، آپ ﷺ کے خلاف بڑی زور دار تقریریں کیا کرتا تھا۔ بدر کے قیدیوں میں وہ بھی شامل تھا۔ اس کے ہاتھ باندھ کر مدینہ لایا جارہا ہے، راستے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! سہیل بن عمرو کے اگلے دو دانت تڑوا دیجیے اس کی زبان لیٹ جایا کرے گی، اور وہ کسی جگہ خطیب بن کر آپ کے خلاف کھڑا نہ ہوسکے گا، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی یہ گزارش مسترد کردی۔ کیونکہ یہ مثلے کے ضمن میں آتا ہے جس پر قیامت کے روز اللہ کی طرف سے ناراضگی کا خطرہ تھا۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام میں قیدیوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جارہا ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ قیدیوں کو کیسے حقوق دے رہے ہیں۔ اب اگلی سطور میں آپ عدی بن حاتم اور سفانہ بنت حاتم کا واقعہ پڑھیے، آپ کو اندازہ ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ جو عمدہ سلوک کیا اس کے کس قدر مثبت نتائج ظاہر ہوئے۔

حاتم طائی کو کون نہیں جانتا؟ اس کی سخاوت کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔ اس کا تعلق قبیلہ بنوطے سے تھا۔ مدینہ منورہ سے چار ساڑھے چار سو کلومیٹر شمال مشرقی جانب موجودہ شہر ''حائل'' کے قریب اس قبیلہ کا مسکن تھا۔ اسلام کے خلاف مختلف قبائل سازشیں کرتے رہتے تھے، ان کی سرکوبی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ گاہے بگاہے چھوٹے بڑے لشکر ارسال کرتے رہتے۔ قبیلہ بنو طے کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا گیا کیونکہ ان کی طرف سے کسی بھی وقت حملے کا خطرہ تھا۔ حاتم طائی خود تو فوت ہوچکا تھا اور اب قبیلہ طے کا سردار اس کا بیٹا عدی تھا جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ مسلمانوں کا لشکر جب اچانک ان کی بستی پر حملہ آور ہوا تو عدی گھبرا گیا اور شام کی طرف بھاگ نکلا، مگر اپنی بہن سفانہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ ادھر اسلامی لشکر نے قبیلہ بنو طے کے مردوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا۔ جانوروں کو ہانکا اور مدینہ منورہ لے آئے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو اسلامی حکومت کے دارالخلافہ مدینۃ الرسول ﷺ میں مسجد نبوی کے قریب اتارا۔ ان قیدیوں میں نامور سخی اور ہردلعزیز حاتم طائی کی صاحبزادی سفانہ بھی شامل تھی۔ سفانہ بنت حاتم طائی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئی:

''براہ کرم آپ اپنے چچا زاد بھائی (محمد ﷺ) سے میری رہائی کے لیے سفارش کردیں۔''

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا: ''ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی کی سفارش تو نہیں کرتے، البتہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے نکلیں گے، اس وقت قیدیوں کا معائنہ فرمائیں گے، تو تم خود ہی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی گزارش پیش کرلینا اور اپنے باپ حاتم طائی کا بھی تذکرہ کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر کسی کی تکریم کرنے



والے، خیر خواہی اور بھلائی کرنے والے اور تمام لوگوں سے زیادہ حلیم و بردبار ہیں۔''

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز کے لیے نکلے تو قیدیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا، اسی وقت سفانہ کھڑی ہوکر عرض گزار ہوئی:

''اے محمد (ﷺ)! میرا والد فوت ہوچکا ہے اور اس کی وفات کے بعد میرا بھائی مجھے تنہا چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا فرما دیں۔ مجھے قیدیوں میں رکھ کر میرے دشمنوں کو خوش نہ کریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرا والد اپنی قوم کا سردار تھا۔ وہ قیدیوں کو آزاد کرتا، ظالموں کو قتل کرتا اور پڑوسیوں کی خیر خواہی اور حفاظت کرتا تھا۔ بہادروں کی قدر کرتا اور ان کی حمایت کرتا تھا۔ پریشان حال لوگوں کے کام آتا، لوگوں کی مہمان نوازی کرتا، امن اور چین کا علمبردار تھا۔ محتاجوں کی ضرورتیں پوری کرتا اور مصائب کے مارے لوگوں کی مدد کرتا تھا۔ اس کے پاس جب بھی کوئی شخص آیا تو اس نے اس کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔''

نبی کریم ﷺ نے اس کی گفتگو سنی تو ارشاد فرمایا: ''اے خاتون! (تم نے اپنے والد کی جو صفات بیان کی ہیں یہ مومنوں کی ہیں) اگر تمھار والد مسلمان ہوکر فوت ہوتا تو ہم اس کے لیے دعائے رحمت کرتے۔'' پھر حکم دیا: «خَلُّو عَنْهَا، فَإِنَّ أَبَاهَا كَانَ يُحِبُّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاق» ''سفانہ کو چھوڑ دو، اس لڑکی کا والد اعلیٰ اخلاق کو پسند کرتا تھا۔''

(دلائل النبوة للبيهقي:341/5)

پھر صحابہ کرام کو مکارم اخلاق کا درس دیا کہ اگر کسی قوم کا معزز ذلیل ہوجائے، مالدار محتاج ہوجائے یا عالم جاہلوں میں ضائع ہوجائے تو ان پر رحم کیا کرو۔ اللہ کے رسول نے جب سفانہ پر احسان کیا اور اسے رہا کرنے کا حکم دیا تو اس نے تشکر آمیز انداز میں استدعا کی:

''میں دعا مانگنے کی اجازت چاہتی ہوں۔''

آپ نے اسے اجازت دے دی اور ساتھ ہی صحابہ کرام سے کہا کہ ذرا غور سے سنو کہ یہ عورت کیا دعا مانگتی ہے۔ اب اس عورت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے:

''اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کو کبھی کوئی مشکل پیش نہ آئے اور اگر کسی قوم سے نعمت چھن جائے تو آپ اس کو لوٹانے کا سبب بنیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے سفانہ کو نہ صرف رہا کردیا بلکہ اسے کپڑوں کے جوڑے بھی دیے، سواری مہیا کی اور زادراہ سے نوازا۔

وہ رہا ہوکر سیدھی اپنے بھائی عدی کے پاس پہنچی جو بھاگ کر شام چلا گیا تھا۔ سفانہ نے اسے لعن طعن کیا اور کہنے لگی: ''رشتوں کو توڑنے والے، ظالم! اپنے بیوی بچوں کو تو اپنے ساتھ سوار کرلیا اور بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کی بیٹی کو چھوڑ دیا جو تیری آبرو تھی؟''

عدی نے کہا: ''بہن! میں نے واقعی غلطی کی ہے۔ تم میری سرزنش نہ کرو اور میرے بارے میں اچھی بات ہی کہو۔'' پھر عدی نے اپنی بہن سے جو ذہانت وفطانت میں معروف تھی، پوچھا: «ماذَا تَرَيْنَ فِي هذَا الرَّجُل؟» ''اس آدمی (محمد ﷺ) کے اندر تم نے کون سی خوبیاں دیکھی ہیں؟''

سفانہ نے کہا: ''میرا مشورہ ہے کہ جس شخص کے پاس سے میں ابھی ہوکر آرہی ہوں، تم فوراً اس سے ملاقات کرو۔ وہ بڑا عظیم رہنما ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب وہ بڑے بڑے لوگوں اور قبائل پر غلبہ پالے گا۔ میں نے اس کے اندر کچھ ایسی صفات دیکھی ہیں جو عام حکمرانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ فقراء سے محبت کرتا ہے، قیدیوں کو آزاد کرتا ہے، چھوٹوں پر رحم کرتا ہے اور بڑوں کی قدر پہچانتا ہے۔ میں نے اس سے بڑا سخی اور کریم کوئی نہیں دیکھا۔ سنو! اگر وہ نبی ہیں، جس کے وہ دعویدار ہیں، تو ان کی نبوت کو ماننے میں سبقت کرنا ہی بہتر ہے اور اگر وہ محض حکمران ہیں تو بھی وہ ایسے ہیں جن کی بادشاہی میں کوئی معزز شخص رسوا اور

دجالوں سے ہوشیار رہیں!!

فرمانِ نبوی ہے: ''آخری زمانے میں دجال اور کذاب ہوں گے۔ وہ ایسی باتیں لائیں گے کہ تم نے یا تمھارے آباواجداد نے انھیں سنا تک نہیں ہوگا، لہٰذا تم ان سے بچ کر رہنا اور انھیں اپنے آپ سے دور رکھنا۔ نہ وہ تمھیں گمراہ کریں اور نہ ہی فتنے میں مبتلا کریں۔'' (صحیح مسلم: 7) دجال کا لفظ دجل سے ہے جس کے معنی ہیں: خلط ملط کرنا، ملمع سازی کرنا، حقائق پر پردہ ڈالنا، نیز اس کے معنی، زمین پر چکر لگانے، کے بھی ہیں، لہٰذا جو لوگ اپنی تحریر وتقریر اور دعووں میں مذکورہ انداز اپناتے ہیں اور مختلف علاقوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں، اس حدیث کی روشنی میں ان سے کنارہ کشی ضروری ہے۔



ذلیل نہیں ہوتا۔''

پھر سفانہ نے اپنے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے رویے اور اخلاق کریمانہ کا تذکرہ کیا کہ انھوں نے کس طرح اسے عزت واحترام کے ساتھ سواری دے کر اپنے آدمیوں کی حفاظت میں واپس بھیجا ہے، تو عدی کے دل سے تمام وسوسے اورخدشات دور ہو گئے، چنانچہ عدی وہاں سے سیدھے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ ان کے ذہن میں اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کئی ایک سوالات تھے۔

مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے اورآپ اپنے صحابہ کرام کے درمیان بالکل عام آدمی کی طرح بیٹھے ہیں، حالانکہ وہ سوچ رہے تھے کہ نہ جانے انھوں نے کتنی زیادہ دولت اکٹھی کر رکھی ہوگی اور گھر کتنا بڑا اور خوبصورت بنایا ہوگا؟

اللہ کے رسول ﷺ نے عدی کا مسجد میں ہی استقبال کیا۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد عدی کے کندھے پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اورفرمایا: ''عدی چلو باقی گفتگو گھر چل کے کرتے ہیں۔'' عدی کہتے ہیں: گھر میں داخل ہوئے تو میں حیران رہ گیا کہ گھر کیا تھا ایک سادہ نیچی چھت والا کمرہ تھا جس کے فرش پر چٹائی تک موجود نہ تھی، فرش بھی کچا تھا۔ اللہ کے رسول نے اپنے کندھے سے چادر مبارک کو اتارا اوراسے زمین پر بچھا دیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب خودتو چادر پر بیٹھیں گے اور مجھے کچے فرش پر بٹھائیں گے۔ مگر یہ کیا ہوا! اللہ کے رسول ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے چادر کے اوپر بیٹھنے کا حکم دیا اور جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا:

''تم ایک سخی باپ کے بیٹے ہواور سخی کے گھر میں آئے ہو۔ تم بڑے باپ کے بیٹے ہو، چادر پر بیٹھو۔ میرا کیا ہے میں تو زمین پر ہی بیٹھ جاؤں گا۔''

عدی خاموش نظروں سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف دیکھتے رہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا اثر عدی کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ چکا تھا۔ سفانہ نے آپ ﷺ کی جو صفات بیان کی تھیں سب کی سب درست تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: ''عدی! تم کچھ سوالات کرنا چاہتے تھے، وہ کیا تھے؟'' عرض کیا: ''اب سارے سوالات ختم ہوچکے ہیں۔ آپ سے ایک ہی گزارش ہے کہ مجھے بھی کلمہ پڑھائیں اور اپنے جانثاروں میں شامل کرلیں۔'' چند لمحوں کے بعد عدی مسلمان ہوچکے تھے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان کی ہمشیرہ سفانہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔

عدی رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے: ''میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «يَا عَدِيُّ! اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ» ''اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے نکال پھینکو۔''

نیز میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''ان لوگوں (یہود ونصاریٰ) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا۔'' (التوبۃ31:9)

یہ آیت سن کر حضرت عدی نے عرض کیا: یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء کی عبادت تو نہیں کی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ بات ٹھیک ہے کہ ان لوگوں نے اپنے علماء کی عبادت نہیں کی، لیکن یہ بات تو ہے نا کہ جب ان علماء نے اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو ان کے لیے حلال قرار دیا، انھوں نے اسے حلال مان لیا اور جب اللہ کی حلال کردہ چیز کو ان علماء نے حرام قرار دیا، انھوں نے اس کو حرام ہی سمجھ لیا۔ یہی تو ان کی عبادت تھی۔''

(جامع الترمذي:3095، حسن)

یہ سن کر عدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ حدیث میں یہ صاف صاف وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے والے یا حرام کردہ اشیاء کو حلال ٹھہرانے والے کسی بھی آدمی کی اطاعت دراصل اس کی عبادت ہے جبکہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت پل بھر کے لیے بھی صحیح نہیں، اسی پر بھروسا کیا جاسکتا ہے، اسی کے ناموں کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں، وہی کسی چیز کو حلال کرسکتا ہے اور کسی چیز کو حرام قرار دینا بھی اسی کا کام ہے۔ جو آدمی اللہ پر بھروسا رکھتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے، مگر جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت میں ذلیل و رسوا کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں غیر مسلم امریکیوں کے انٹرویوز







حافظ عبدالوحید سوہدروی

بسم اللہِ والصلٰوۃ والسلام علٰی رسول اللہِ، اما بعد!

دسمبر کے دوسرے عشرے میں جب ایڈیٹر ضیائے حدیث نے مجھے نبی پاک ﷺ کے حوالے سے امریکی عوام کا سروے بھیجنے کی سفارش کی تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کام کیسے کروں۔ مجھے انٹرویو لینے کا نہ تو کوئی تجربہ ہے اور نہ ہی اس موضوع پر کبھی سوچا تھا۔ تاہم اس کام کو ایک دینی خدمت اور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک کا دفاع سمجھتے ہوئے کرنے کا فیصلہ کیا۔ دو تین روز سوچتا رہا اور دعا کرتا رہا حتی کہ اللہ پاک نے اپنے وعدہ ﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ”جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں تو ہم ان کے لیے راہیں کھول دیتے ہیں۔“ (العنکبوت 69:29) کے مطابق مجھے راستہ دکھا دیا۔

انصاف کا تقاضا اور دینی حمیت

کوئی بھی سروے چونکہ کسی امر کی عکاسی کرتا ہے، لہٰذا اسے اپنے پہلے سے طے شدہ من پسند نتائج حاصل کرنے کی غرض سے پاک ہونا چاہیے۔ مگر اس سروے میں مشکل یہ تھی کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی ذات کے خلاف بھی باتیں سننی پڑتیں جو کہ ایک مسلمان کی غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے، چنانچہ حدیث میں وارد اس واقعہ کا سہارا لیا جس میں نبی اکرم ﷺ نے کعب بن اشرف یہودی کی سازشوں اور تکلیفوں سے تنگ آ کر صحابہ کرام سے فرمایا: ”کعب بن اشرف کی سرکوبی کون کرے گا؟“ تو صحابی رسول محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے اور ساتھ ہی کہنے لگے: یا رسول اللہ! مجھے وہاں جا کر آپ کے متعلق کچھ باتیں کرنے کی اجازت ہونی چاہیے؟ تو آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح البخاري: 4037) لہٰذا یہ امید رکھتے ہوئے کہ ان شاء اللہ مجھے بھی اسی اجازت کے تحت انٹرویو کے دوران محبوبِ ربانی کے خلاف سنی گئی باتیں معاف کر دی جائیں گی یہ کام کرنے کا حوصلہ پایا اور کام شروع کر دیا۔

انٹرویو کے لیے لوگوں کا انتخاب

ہمیں علم ہے کہ غیر مسلم میڈیا اور سیاستدان ہی اسلام کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ ان کی بجائے ایسے افراد سے انٹرویو لیا جائے جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہوں اور متوسط طبقہ کے لوگ ہوں اور حقیقت میں اکثریت بھی انھی لوگوں کی ہوتی ہے۔

چنانچہ 17 تا 19 دسمبر 2012ء کے دوران میں نے 15 افراد کے انٹرویو لیے۔ جس کے لیے میں نے درج ذیل پانچ سوال تیار کیے:
① نام ② عمر ③ پتہ ④ مذہب اور ⑤ محمد ﷺ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ خصوصاً جو منفی باتیں آپ نے سنی ہیں وہ



بتائیں۔اب قارئین کے سامنے ان انٹرویوز کی رپورٹ اختصار کے ساتھ پیش ہے۔ فیصلہ خود کر لیجیے۔

❁ سب سے پہلے میں امریکہ کے ایک بڑے بینک ویلز فارگو کے منیجر کا انٹرویو لینے گیا۔عملہ کے بتانے پر میں نے منیجر کو بینک کے دروازے پر آنے والے وزٹرز (ملاقاتی حضرات) کی راہنمائی کرتے ہوئے پایا۔

فوراً ذہن میں کسی پاکستانی بینک کے منیجر کی آن بان اور خوبصورت کمرے میں بیٹھے ملاقاتیوں کے ساتھ گپ شپ لگانے اور چائے کے دور چلنے کا تصور ذہن میں آ گیا۔قریباً 60 سالہ مس جین میرے شارٹ سروے کی درخواست پر مجھے اپنے کیبن میں لے گئی۔مگر جب اس سے نبی اکرم ﷺ کی بابت پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر انٹرویو سے انکار کر دیا کہ بینک میں ہم اس قسم کی باتیں نہیں کر سکتے۔ میں سمجھ گیا کہ لوگوں سے وہ اپنے کاروباری تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتی۔لہٰذا میں واپس چلا آیا۔

① پھر میں ایک پبلک پارک میں گیا کہ وہاں لوگ فارغ ہوتے ہیں۔ وہاں پر واک کرنے والی ایک 81 سالہ خاتون مِس بیٹی سے چلتے چلتے گفتگو شروع کی جس نے عیسائی فرقہ لوتھرن سے اپنا تعلق بتایا اور وہ سعودی عرب کو سامان ایکسپورٹ کرنے والے ایک دفتر میں کام کیا کرتی تھی۔اس نے بتایا کہ وہ محمد ﷺ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے اس سوال پر کہ کبھی کسی مسلمان نے نہیں بتایا۔ کہنے لگی کہ سعودی عرب سے وفود آتے رہتے تھے مگر کسی نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔ وہ صرف ہیلو ہیلو کرتے تھے۔

② اسی پارک میں ایک اور 62 سالہ مسٹر لینس سے بات ہوئی جو ریٹائرڈ سیکیورٹی آفیسر تھا۔ کہنے لگا کہ میں نے لوگوں سے محمد ﷺ کے بارے میں سنا ہے مگر زیادہ نہیں جانتا۔ اس سوال کے جواب میں کہ کوئی منفی بات سنی ہے؟ کہنے لگا: ہفتے میں ایک بار سور کا گوشت کھانے میں کوئی برائی نہیں جس سے محمد (ﷺ) روکتا ہے۔خدا سب کا ایک ہے۔ میں یقین نہیں کرتا کہ اسلام درست ہے۔

فون پر انٹرویو

اسی روز دو انٹرویو بذریعہ فون اپنے واقف کاروں سے لیے۔ اور واضح کر دیا کہ میرے جذبات مجروح ہونے کا خیال کر کے مجھ سے کچھ چھپانا نہیں۔

③ فون پر پہلا انٹرویو مسٹر کیری سے لیا جو کسٹم ایجنٹ ہے اور اس نے عمر 50 سال بتائی۔ چرچ میں باقاعدگی سے جاتا ہے۔محمد ﷺ کے بارے میں کہنے لگا کہ میں حقیقتاً کچھ نہیں جانتا اور نہ ہی کبھی کسی نے بتایا ہے کہ وہ کون تھا؟

④ بذریعہ فون دوسرا انٹرویو ایک عمر رسیدہ 91 سالہ مسٹر رالف والٹس سے لیا جو ہماری مسجد سے ملحقہ اپنے دفتر میں 30 سال سے زیادہ عرصہ تک درآمد و برآمد کا بزنس کرتا رہا۔ وہ نہ صرف باقاعدگی سے چرچ جاتا ہے بلکہ دوسروں کے علاوہ مجھے بھی عیسائی بنانے کے چکر میں رہتا ہے۔ وہ اس طرح کہ پندرہ سال سے مجھے سال میں دو چار بار ایک بزنس مین آرگنائزیشن کے لنچ میں اپنے خرچہ پر دعوت دیتا ہے جس میں کوئی بڑا بزنس مین اپنے دین کی طرف راغب ہونے کا واقعہ سناتا ہے۔ سو کے لگ بھگ کاروباری افراد کی محفل میں اکیلا میں ہی مسلمان ہوتا ہوں۔ پاکستانی لباس اور چہرہ پر داڑھی کی وجہ سے الحمدللہ میں اسلام کے خاموش تعارف کا باعث بنتا ہوں۔ مسٹر والٹس اس میٹنگ کے شرکاء سے میرا تعارف اپنے دوست کے طور پر کراتا ہے، حالانکہ میں نے کبھی دوستی کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے ایک مرتبہ اسے چائے کے لیے گھر بلا کر عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق قرآن پاک کی آیات سنائیں اور دعوتِ اسلام بھی دی تاکہ میرے خلاف قیامت کے روز شہادت نہ دے سکے۔اس پر کہنے لگا کہ میں تمھارے خلاف شہادت نہیں دوں گا۔ عیسائیوں کے دوسرے فرقوں کے علی الرغم وہ اپنے آپ کو بائبل کرسچین کہتا ہے، یعنی بائبل پر صحیح عمل پیرا ہونے والا عیسائی۔ میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی بات بتانے کے لیے کہا اور وضاحت کر دی کہ سچ سچ بتانا میں بالکل برا نہیں مانوں گا۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ ایک بات بھی نہ بتا سکا اور کہنے لگا کہ ذہن میں ابھی کچھ نہیں آ رہا۔ صرف یہ اعتراض جمایا کہ مسٹر محمد (ﷺ) مسلم فیتھ (مذہب) کا چیف ہے تو مسلمان ایک دوسرے کو قتل کیوں کر رہے ہیں؟ گویا وہ اس کا الزام نبی پاک ﷺ پر دھرنا چاہ رہا تھا۔ نبی پاک ﷺ کے نام کے ساتھ پہلی بار مسٹر کا لفظ سن کر مجھے اچنبھا ہوا اور غصہ بھی آیا مگر فوراً سمجھ



گیا کہ یہ لوگ مرد و زن کا فرق واضح کرنے کے علاوہ احترام کے طور پر بھی جناب کی طرح مسٹر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر ابھی کوئی بات ذہن میں نہیں آ رہی تو یاد کر کے مجھے بتا دینا۔ ایک روز بعد فون آیا اور مجھے پوچھنے لگا کہ کیا تم مسٹر محمد (ﷺ) کو Sinless (گناہوں کے ارتکاب سے پاک) سمجھتے ہو؟ میں نے کہا: جیسے تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھتے ہو اس طرح نہیں بلکہ ہر نبی کو خدا کی طرف سے Protected (محفوظ کیا گیا) سمجھتے ہیں۔ کہنے لگا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) Sinless تھا تب ہی تو اس نے کراس (صلیب) پر میرے لیے جان دی۔ (ان کا یہی عقیدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دور کی گمراہی بتاتا ہے)۔ جب میں نے کہا کہ محمد ﷺ کے بارے میں کچھ بتاؤ جو میرا اصل سوال تھا تو کہنے لگا کچھ یاد نہیں آیا۔

⑤ لنچ بریک، یعنی دوپہر کے وقت کھانے پینے کے لیے وقفہ کے دوران میں نے ایک دفتر کے باہر سڑک کے فٹ پاتھ پر ایک 44 سالہ نوجوان کو سگریٹ نوشی کرتے ہوئے پایا۔ یاد رکھیے امریکہ میں آپ دفاتر، ہسپتال، اسکول، ائیرپورٹ اور کسی بھی بلڈنگ کے اندر سگریٹ نوشی نہیں کر سکتے۔ پوچھنے پر اس نے اپنا نام چارلی بتایا اور مزید تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں نیٹو (Native) امریکن ریڈ انڈین، یعنی امریکہ کا اصل باشندہ ہوں۔ میں نے کہا پھر تو یہ سرزمین تمھاری ہوئی۔ اس نے جواب دیا: زمین ہماری نہیں بلکہ ہم زمین کے ہیں۔ زمین اور یہ سب کچھ خدا کا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھنے پر اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) ایک Godly Man (خدا کا مقرب بندہ) تھا جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے لوگ تھے۔ کہنے لگا: لوگ خواہ مخواہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں جس کا انھیں کوئی حق نہیں۔ میرے سوال کے جواب میں بتایا کہ کسی مسلمان سے میں نے کبھی محمد ﷺ کے بارے میں نہیں سنا۔ میں نے پوچھا: عیسائی ہو اور چرچ جاتے ہو؟ کہنے لگا: عیسائی سمجھ لیں مگر چرچ نہیں جاتا۔ جہاں بھی دو چار آدمی مل کر دین کی باتیں کر لیں وہی ان کا چرچ ہے۔ سگریٹ ختم ہوا تو واپس جانے سے پیشتر مجھ سے پوچھتا ہے کہ تمھارا کوئی پیغام؟ میں نے کہا: نہیں۔ اور شکریہ کے ساتھ ہم الگ ہو گئے۔

⑥ 18 دسمبر کو دوپہر کے وقت میں یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ میں وہاں کے پادری سے انٹرویو لینے کی غرض سے گیا مگر وہاں تالے لگے ہوئے تھے۔ البتہ بچوں کا نرسری سکول کھلا ہوا تھا۔ چرچ میں گھاس اور پودوں کی صفائی کرنے والے ایک شخص کو پایا تو اس سے انٹرویو کر لیا۔ نام اس کا فرانسیسکو اور عمر 45 سال تھی۔ میکسیکو کا باشندہ اور 25 سال سے امریکہ میں رہ رہا ہے۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کا نام کبھی نہیں سنا۔

✿ فائر بریگیڈ اسٹیشن پر فائر مارشل کا انٹرویو لینے گیا جس کی کار کھڑی تھی، مگر وہ خود موجود نہ تھا۔ کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے ایک فائر مین سے انٹرویو کرنا چاہا تو اس نے مصروفیت کی وجہ سے معذرت کر دی۔

⑦ پھر میکڈونلڈ کے منیجر سے انٹرویو لینے کے لیے میں ریسٹورنٹ کے اندر گیا۔ منیجر ایک خاتون تھی جس کا نام سٹویا اور عمر 36 سال تھی۔ نیویارک میں پیدا ہوئی۔ جب میں نے پوچھا: تم عیسائی ہو؟ اس نے جواب دیا: میں کیتھولک ہوں۔ میں نے محمد ﷺ کی بابت پوچھا تو کہنے لگی: میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں ٹی وی نہیں دیکھتی۔

⑧ پھر میں میکڈونلڈ ریسٹورنٹ میں بیٹھی اپنی بچی کو کھانا کھلانے والی ایک خاتون کی طرف متوجہ ہوا جس نے اپنا نام بتانے سے گریز کیا۔ وہ ایک اسکول ٹیچر اور عمر اس کی 28 سال تھی۔ محمد ﷺ کی بابت میں نے پوچھا تو کہنے لگی: یہ نام تو میں نے سنا ہے مگر ان کے خلاف درحقیقت میں نے کبھی کچھ نہیں سنا۔

⑨ پھر میکڈونلڈ کے باہر ایک ٹیکسی ڈرائیور، جو ٹیکسی میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا، اس کے پاس گیا۔ اس کا نام جان اور عمر 58 سال تھی۔ کہنے لگا: میں کیتھولک مذہب میں پروان چڑھا ہوں اور کروسیڈر (صلیبی) ہوں۔ محمد ﷺ کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگا: ہاں میں جانتا ہوں کہ اس نے 6 سو سال پہلے اسلام کی بنیاد رکھی تھی۔ میں نے اس کی ناقص معلومات کی عددی تصحیح کی۔ میرے دوسرے سوال کے جواب میں کہنے لگا کہ میں نے ان کے بارے میں منفی کچھ نہیں سنا۔ پھر کہنے لگا: سب مذہب خدا کے قریب لانے والے ہیں۔



⑩ UPS (یونائیٹڈ پارسل سروس) کے ایک ڈرائیور مسٹر جان، عمر 50 سال، سے پوچھا تو اس نے کہا کہ چرچ باقاعدگی سے جاتا ہوں۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں محمد (ﷺ) کے متعلق منفی کچھ نہیں جانتا۔ بس انٹرنیٹ پر فلم دیکھی ہے۔

نوٹ: قارئین پر واضح ہو کہ چند ماہ قبل نبی پاک ﷺ سے متعلق انٹرنیٹ پر نازیبا فلم پیش کرنے والا مصری عیسائی مختلف الزامات کے تحت آج کل امریکہ کی جیل میں قید ہے۔

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ»

⑪ ہمارے گھر سے تیسرا گھر 71 سالہ مسٹر ماریسٹ کا ہے جو بینک کا ریٹائرڈ منیجر ہے۔ چرچ میں باقاعدگی سے جاتا ہے۔ اپنا واقف ہونے کی بنا پر میں نے وضاحت کر دی کہ نبی پاک ﷺ کے بارے میں سچ بتانے پر مجھے کوئی افسوس نہ ہوگا، لہٰذا چھپانا بالکل نہیں۔

کہنے لگا: ''اس کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں اور وہ عیسیٰ سے مختلف تھا۔ زمانہ ماضی میں اس (محمد ﷺ) کی بابت کچھ پڑھا تھا۔'' ازاں بعد وہ مجھے اپنے گھر کے اندر لے گیا تاکہ اس کی بیوی کی بیمار پرسی کر سکوں جو پچھلے ہفتہ ایک ایکسیڈنٹ میں اپنی کار تباہ ہو جانے کے باوجود بال بال بچ گئی۔

⑫ اس کی بیوی کا نام نینسی، عمر 68 سال، ایک چرچ میں 14 سال تک سیکرٹری رہی اور اب چرچ کے لیے رضا کارانہ کام کر رہی ہے۔ نبی پاک ﷺ کے بارے میں کوئی بات پوچھنے پر کہنے لگی کہ ''حقیقتاً میں کچھ نہیں جانتی۔'' اپنے ایکسیڈنٹ میں معجزانہ طور پر بچ جانے پر کہنے لگی کہ کار میں نہیں GOD (خدا) چلا رہا تھا۔

⑬ میں ایگل فارمیسی پر گیا جہاں ایک کالے فارماسسٹ جوزف سے ملاقات ہوئی۔ جس کی عمر 48 سال اور اس کا تعلق نائیجیریا سے تھا۔ مذہباً عیسائی ہے۔ 25 برس سے امریکہ میں رہ رہا ہے۔ میرے سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ میں محمد ﷺ کو جانتا ہوں مگر کبھی ان کے خلاف کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ کئی مسلمان بھی میرے رشتہ دار ہیں۔

✿ 19 دسمبر کو ایک ہیلتھ کلب میں جا کر منیجر سے بات کی جو ایک کالی خاتون تھی۔ اس نے انٹرویو دینے سے انکار کر دیا۔ صرف اتنا کہا کہ میں محمد ﷺ کے بارے میں تھوڑا بہت جانتی ہوں۔

⑭ بینک آف امریکہ میں منیجر سے انٹرویو کے لیے گیا مگر اس کے موجود نہ ہونے پر اسسٹنٹ منیجر سے بات کی جو ایک 35-40 سال کے لگ بھگ عمر کی خاتون تھی۔ جس نے اپنا نام نہیں بتایا۔ اس نے کہا کہ ''میں نے محمد ﷺ کا نام کبھی نہیں سنا۔'' مزید سوال پر کہنے لگی کہ ہمیں مذہبی سروے کی اجازت نہیں۔

✿ ہوسٹن پبلک لائبریری میں جا کر لائبریرین سے، جو 60-65 سالہ خاتون تھی، انٹرویو لینا چاہا۔ اس نے کہا کہ میں محمد ﷺ کو تھوڑا بہت جانتی ہوں۔ مگر نہ ہی میں خود انٹرویو دوں گی اور نہ کسی سٹاف ممبر کو یہاں مذہبی یا سیاسی انٹرویو کی اجازت دوں گی۔

⑮ پھر لائبریری سے باہر آنے والے ایک 60 سالہ شخص مسٹر جیمی سے انٹرویو کیا جو چلی کا رہنے والا تھا اور 20 سال سے امریکہ میں رہ رہا ہے۔ انگلش مشکل سے بول رہا تھا۔ میرے سوال کرنے پر اس نے جوب دیا کہ ہاں میں نے ٹی وی پر محمد ﷺ کے بارے میں سنا ہے۔ مگر ہر مذہب والوں کو ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ مذہب کی بنیاد پر لڑنا نہیں چاہیے۔ زمین سب کی ایک ہے اور خدا بھی سب کا ایک ہے۔ جب لڑائی ہوتی ہے تو ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

سروے کا نتیجہ

قارئین کرام! آپ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات کے متعلق 15 امریکیوں کے انٹرویو ملاحظہ کیے جن میں سے 6 نے آپ ﷺ کا نام کبھی نہیں سنا اور 6 نے سنا تو ہے مگر آپ ﷺ کے خلاف کچھ نہیں سنا۔ صرف 3 افراد نے ایک ایک منفی بات بتائی اور وہ بھی درحقیقت منفی نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ الحمد للہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کا امریکہ کی اکثریت پر کوئی اثر نہیں۔ ان کی ذات مبارک کو اللہ جل شانہ نے محفوظ رکھا ہے۔ میڈیا پر ایسی حرکات کرنے کرانے والے انتہائی اقلیت میں ہیں۔ امریکن عوام کی اکثریت تو فکرِ معاش کے بعد عیش وعشرت میں مگن رہتی ہے۔

جس کے بارے میں اللہ پاک فرمائے ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ ''ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے'' اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں ہر میدان اور ہر آن نبی اکرم ﷺ کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو درحقیقت اسلام ہی کا دفاع ہے، آمین۔



سیرت نگاری

میں بعض پہلوؤں سے برصغیر کی عالم اسلام پر فوقیت

''خطابت وخطبات نبوی'' پر پی ایچ ڈی کی سعادت حاصل کرنے والے

ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کی معلومات افزا اور فکر آگیں گفتگو

محمد ارسلان حجازی

انٹرویو

سوال آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی اور کہاں کہاں خدمات انجام دیں؟

جواب میں نے مختلف تعلیمی اداروں سے اکتساب فیض کیا۔ ان میں جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالیصلع بہاولپور اور جامعہ فاروقیہ کراچی نمایاں ہیں۔ دورۂ حدیث اور درسِ نظامی کی تکمیل جامعہ فاروقیہ سے کی اور جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

جہاں تک خدمات انجام دینے کا سوال ہے تو پہلی بات تو یہی ہے کہ اب تک کوئی خدمت انجام دی ہی نہیں جاسکی، ہاں اگر اس سے مراد ملازمت اور کسی ادارے سے باقاعدہ وابستگی ہے تو دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی واحد ادارہ ہے، جس سے وابستگی ہوئی اور دعوہ اکیڈمی کے کراچی کیمپس میں، جو ریجنل دعوہ سنٹر (سندھ) کراچی کے نام سے جانا جاتا ہے، عرصہ کوئی ساڑھے تین برسوں سے بطور اسسٹنٹ پروفیسر/ نگراں وابستگی ہے۔ یہاں وقتاً فوقتاً مختلف نوعیت کے تربیتی پروگراموں کا انعقاد ہوتا رہتا ہے، جن میں اساتذہ، صحافی حضرات، اہل قلم، نوجوان، باصلاحیت طلبہ، نومسلم اور دوسرے طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ ساتھ مرد وخواتین کے لیے فہم قرآن وحدیث اور فہم اسلام کے حوالے سے مختلف دورانیے کے پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں۔ دعوہ اکیڈمی کا فورم اس حوالے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے تحت منعقد ہونے والے پروگرام غیر سیاسی، غیر فرقہ وارانہ اور غیر مسلکی ہوتے ہیں جن میں اسلام کی روح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور تمام طبقہ ہائے فکر کو بلا تخصیص مدعو کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس فورم کو ملک و بیرون ملک اعتماد، اعتبار اور استناد حاصل ہے۔

اس سرکاری ذمے داری کے علاوہ نجی طور پر ایک علمی، تربیتی اور تحقیقی ادارہ بھی قائم کیا گیا ہے، جس کے ساتھ اعزازی وابستگی کا شرف حاصل ہے۔ یہ ادارہ والد محترم جناب سید فضل الرحمٰن رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی قائم ہے، جو اردو میں



قرآنیات اور سیرتِ طیبہ کے حوالے سے معتبر اہل قلم اور محقق کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ معجم القرآن، احسن البیان فی تفسیر القرآن، گلدستۂ عربی، فرہنگ سیرت، عکسِ سیرت، ہادیٔ اعظم اور پیغامِ سیرت (دو جلدیں) جیسی معروف اور محققانہ کتب کے مؤلف ہیں۔

سوال آپ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کے عنوان کی وضاحت کریں؟

جواب پی ایچ ڈی کے سلسلے میں میرا عنوان تحقیقی تھا۔ ''خطب النبي الأمي ﷺ'' اس کے ابتدائی دو ابواب میں تو رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور خطابت کے حوالے سے مباحث شامل ہیں۔ ان میں عربوں کی فصاحت و بلاغت اور خطابت کے حوالے سے تمام ممکنہ پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح اس میں عربوں کی فصاحت و بلاغت کا بھی ایک جائزہ آ گیا ہے، پھر رسول اکرم ﷺ کی خطابت کے اجزائے ترکیبی، خطابت کی اقسام، معمولات و آداب، خصوصیات و امتیازات اور اثر پذیری کے ساتھ ساتھ مابعد خطابت پر اس کے اثرات کی بحث بھی شامل ہے۔ ابتدائی خطابت ابنائے ماسبق پر بھی گفتگو کی گئی ہے، تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ خطابت نبوی ﷺ دراصل خطابت انبیاء کا تسلسل ہے مگر چونکہ فصاحت و بلاغت آپ ﷺ کو بطورِ معجزہ عطا ہوئی تھی، اس لیے اس خصوصیت میں کوئی اور آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں خطابت نبوی ﷺ کے صنائع بدائع پر بھی مفصل کلام کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ اپنے ہر دعوے کی دلیل پیش کی جائے۔

درحقیقت میرا یہ کام سات ابواب پر مشتمل ہے، پہلے دو ابواب کے عنوانات بیان ہوئے، باقی پانچ ابواب میں رسول اکرم ﷺ کے خطبات کے متون کو جمع کیا گیا ہے، ان خطبات کو دعوت اسلام، احکامِ دین، غزوات اور ارشاد جیسے موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کام میں محض روایات کے جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ صحت متن، اختلافِ طرق اور مشکل الفاظ و حکایات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ اختلافِ طرق کے ساتھ ساتھ روایتِ خطبہ جہاں جہاں بیان ہوئی ہے، اس کی مکمل تخریج کی گئی ہے، تاکہ اس روایت کے تمام طرق کی وضاحت ہو سکے اور مکمل متن سامنے آ سکے۔ اسی طرح ایک پورا باب ان روایات کے لیے مختص کیا گیا ہے، جو خطبۂ حجۃ الوداع سے تعلق رکھتی ہیں۔

ہم نے اس کام میں یہ التزام بھی کیا ہے کہ صرف وہ روایات لی جائیں جن میں اس امر کی صراحت ہو کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے بطور خطبہ ارشاد فرمائی تھی۔ یہ بات اس لیے اہم ہے کہ اسی سلسلے میں پہلے سے موجود کام میں اس امر کا التزام نہیں کیا جا سکا۔ ہم نے ابتدا میں اپنے مقدمے میں ایسی کتب کا تعارف اور مختصر جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب مجموعة الدقائق السياسية میں رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب کا اہم ترین اور غالب ترین حصہ جمع ہو گیا ہے، اسی طرح میرے اس کام میں آپ ﷺ کے خطبات کا بڑا حصہ یک جا ہو گیا ہے۔

سوال کیا آپ کا یہ تحقیقی کام شائع ہو چکا ہے؟

جواب جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس کام کا ابتدائی حصہ جو دو ابواب پر مشتمل ہے اور جس میں فصاحت، بلاغت اور خطابت نبوی ﷺ اور اس کے متعلقہ مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے، ''خطابت نبی ﷺ'' کے عنوان سے شائع ہو گیا ہے۔ البتہ باقی پانچ ابواب جو خطبات پر مشتمل ہیں، اشاعت کے منتظر ہیں۔ خواہش یہ ہے کہ یہ کام اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہو۔ اس طرح یہ کام جو چار سو کے قریب خطبات پر مشتمل ہے، دو جلدوں پر مشتمل ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

سوال آپ نے اس موضوع کا انتخاب کیوں کیا؟

جواب والد صاحب 1990ء سے سیرتِ طیبہ کے مختلف موضوعات پر کام کر رہے ہیں۔ ان کے ذوق نے مطالعۂ سیرت کی طرف متوجہ کیا۔ پھر جب پی ایچ ڈی کے لیے عنوان کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو والد صاحب اور پھر استاد محترم جناب ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی سابق صدر شعبہ عربی و سابق رئیس کلیۂ قرآن جامعہ کراچی نے اس موضوع کا مشورہ دیا۔ یوں اس خدمت کی طرف توجہ ہو سکی۔

سوال نبی کریم ﷺ کے خطبات میں آپ نے کیا امتیازی پہلو محسوس کیے؟

جواب نبی کریم ﷺ نے بطور پیغمبر اپنی 23



سالہ زندگی میں بہت سی حیثیتوں سے امت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ داعی تھے، راہ نما تھے، مدبر تھے، سپہ سالار تھے، امیرِ ریاست تھے، پھر عربی تھے، منصف اور ثالث تھے، امت کی راہنمائی کے جس قدر پہلو ہو سکتے ہیں، وہ آپ کے پیش نظر تھے، اور آپ ﷺ نے ہر پہلو سے راہنمائی فرمائی۔ اس راہنمائی کے اثرات آپ کے خطبات میں بھی نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ اس عہد میں ابلاغ کا سب سے اہم میڈیا شاعری کے بعد خطابت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ سے قبل بھی اہل عرب کے ہاں خطابت ایک فن اور تہذیبی روایت کے طور پر موجود تھی، مگر آپ ﷺ نے عرب کی مروجہ خطابت میں اصلاحات فرمائیں اور اسے محض فخر و مباہات کے محدود ولا یعنی دائرے سے نکال کر مقصدیت عطا کی، اس کے آداب متعین کیے، اسے ابلاغ کے ایک اہم اسلوب کے طور پر مروج کیا اور لایعنی لفاظی، تصنع اور تکلف سے آزاد کر کے اسے اسلامی خطابت کا آہنگ عطا کیا جو دل کے جذبات کی ترجمانی سے آراستہ اور عقل و دلیل سے مزین تھا۔ ہم نے اپنی کتاب میں خطابت نبوی کے مابعد اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے مثالوں سے اس بات کو نمایاں کیا ہے۔

سوال کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں ماہرین سیرت کی کمی ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب یہ کہنا تو شاید درست نہ ہو کہ صرف پاکستان میں ماہرین سیرت کی کمی ہے، بلکہ پورے عالم اسلام میں ہمیں اس کمی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے اور پاکستان و ہندوستان کی علمی تاریخ نظر میں ہو تو ماننا پڑے گا کہ یہاں بہت سے ایسے کام ہوئے ہیں جو انفرادیت اور امتیاز کے حامل ہیں۔ یا کم از کم اہل برعظیم پاک و ہند کو ان کاموں میں تقدم حاصل ہے۔ البتہ یہ سوال پھر بھی قائم رہتا ہے کہ یہ کمی کیوں ہے؟ غور کرنے سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو عرصے سے علمی سطح پر پورے عالمِ اسلام میں رجال کار کے قحط جیسی صورتِ حال ہے، ہر موضوع میں ماہرین کی کمی محسوس ہوتی ہے، اس کے اثرات سیرتِ طیبہ میں بھی نظر آتے ہیں۔ دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ جب سے ہمارے ہاں تخلیقی صلاحیتوں میں کمی واقع ہوئی ہے اور ہم طرح طرح کے تعصبات کا شکار ہوئے ہیں اس وقت سے ہماری علمی دلچسپیوں کے محور تبدیل ہو گئے ہیں، اب ہمیں بعض مخصوص نوعیت کے فقہی مسائل اور چند مسلکی و فرقہ وارانہ اختلافات سے ہٹ کر کسی بات سے دل چسپی محسوس نہیں ہوتی۔ ان ہی موضوعات کی طلب ہے، ان ہی موضوعات پر لکھنے اور بولنے والی شخصیات کو اور ان کی لکھی ہوئی کتب کو توجہ ملتی ہے، ایسے میں سیرتِ طیبہ جیسے موضوع پر کوئی کیوں توجہ دے؟ اس صورتِ حال میں چند ہی لوگ اس جانب متوجہ ہو سکتے ہیں، سو وہ ہر دور میں موجود رہے ہیں، اور آئندہ بھی ہر دور میں موجود رہیں گے، خواہ عوامی سطح پر کوئی انھیں جانے یا نہ جانے۔

سوال آپ السیرۃ کے نائب مدیر ہیں۔ اس کی تاریخ اور مقاصد واضح کریں؟

جواب ہمارے ہاں موضوعاتی مجلّات کی کمی ہے۔ تخصصات کے اس عہد میں یہ کمی عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ سیرتِ طیبہ پر خاص طور پر دنیائے اسلام میں ایسا کوئی مجلّہ موجود نہیں تھا، جس کے صفحات سیرتِ طیبہ کے لیے مختص ہوں، یہی صورتِ حال ہماری جانب سے السیرۃ کے اجرا کی وجہ بنی۔ جون 1999ء، یعنی ربیع الاوّل 1420ھ میں اس کا پہلا شمارہ جاری ہوا۔ والد صاحب اس کے مدیر ہیں۔ اب تک اس کے 28 شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ششماہی مجلّہ ہے اور سال میں دو بار رمضان المبارک اور ربیع الاوّل میں شائع ہوتا ہے۔ اس طرح باریک پوائنٹ میں گیارہ ہزار سے زائد صفحات پر مباحث سیرت اُردو دنیائے علم و ادب کو السیرۃ کے توسط سے حاصل ہو چکے ہیں جو پہلی بار السیرۃ کے صفحات کی زینت بنے۔ کیونکہ اس مجلّے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس میں صرف غیر مطبوعہ اور علمی و تحقیقی معیار پر پورا اترنے والے مضامین ہی شائع کیے جاتے ہیں۔ اس میں پچیس شماروں کا اشاریہ بھی ہمارے فاضل دوست محمد سعید شیخ کے قلم سے شائع کیا گیا ہے جس کے اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پچیس شماروں میں 85 کے قریب اہلِ علم کے قلم سے 60 سے زائد موضوعات پر تین سو سے زائد مضامین، علمی مقالات اور فہارس کتب سیرت شائع ہوئی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ اس موضع پر اہم پیش رفت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔



سوال آپ اپنے مقاصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟

جواب جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ السیرۃ نے موضوعاتی تخصیص برقرار رکھتے ہوئے تین سو سے زائد مضامین اس عرصے میں قارئین سیرت کو ہدیہ کیے۔ 28 شماروں میں یہ تعداد ساڑھے تین سو سے تجاوز کر گئی ہے اور یہ سفر جاری ہے۔ اس کاوش کے نتیجے میں بہت سے اہل علم موضوعاتِ سیرت کی جانب متوجہ ہوئے۔ کئی ایک کتب السیرۃ کے لیے لکھی گئیں، بعد میں وہ کتابی شکل میں سامنے آئیں۔ ان میں معروف ادیب اور سیرت نگار ڈاکٹر سید محمد ابو الخیر کشفی کی دو کتب ''مقام محمد ﷺ'' اور ''اخلاقِ محمد ﷺ'' شامل ہیں۔ اسی طرح والد صاحب کی کتاب ''فرہنگ سیرت'' کے بہت سے اجزا پہلے السیرۃ کے صفحات کی زینت بنے۔ پروفیسر ظفر احمد کی سیرت کے حوالے سے بے مثال کاوش السیرۃ ہی کے ذریعے قارئین سیرت تک پہنچی۔ اس وقت بھی مولانا محمد ابراہیم فیضی کی لاجواب تحقیق ''سیرتِ طیبہ روایات مسند احمد کی روشنی میں'' السیرۃ کے صفحات میں قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ روایات حدیث کی روشنی میں سیرت نگاری کے رجحان کے حوالے سے یہ ایک اہم کاوش ہے۔ اس لیے ہمیں قدرے اطمینان ہے کہ ہماری یہ کاوش قبول ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ آخرت میں بھی یہ سرخ روئی کا باعث بنے، ذخیرہ آخرت ثابت ہو اور یہ صدقۂ جاریہ جاری رہے۔

سوال مسلمانوں میں سیرت سے آگاہی کا شعور کیسے بیدار کیا جا سکتا ہے؟

جواب ہمارے ہاں لٹریسی ریٹ شرمندگی کی حد تک کم ہے۔ پھر کتب بینی کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے، اگر کچھ ہے تو پھر ہر ایک کی اپنی اپنی دلچسپیاں ہیں، یہ عوامی سطح کا حال ہے، تعلیمی اداروں میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیکولر، سرکاری ہوں یا نجی سیرتِ طیبہ کو بطور سبق اور بطور موضوع پڑھانے کا کہیں اہتمام نہیں ہے۔ چند ایک جامعات میں ضمناً سیرت پڑھائی بھی جا رہی ہے تو وہ تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی کے نتیجے میں صحیح نتائج دینے سے قاصر ہے، البتہ اب چند ایک مقامات پر سیرت اسٹڈیز پر اعلیٰ تعلیم کا آغاز ہوا ہے۔ مگر وہاں سے بھی اچھی امید رکھنے کے باوجود بڑی پیش رفت کی توقع نہیں کہ روایتی اور معمول کی تعلیم میں سیرت کو بطور سبق پڑھانے کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کا تصور ہی ناقص دکھائی دیتا ہے۔ البتہ اب اس کی ضرورت کا کچھ احساس علمی و تعلیمی حلقوں میں نظر آنے لگا ہے، خدا کرے کہ اس پیش رفت سے مثبت نتائج سامنے آئیں اور ہم صحیح معنی میں برکات سیرت سے علمی و فکری، عملی و نجی سطح پر بھی متمتع ہو سکیں۔

سوال برعظیم میں سیرت پر کون سے وقیع کام ہوئے اور ان کی اہمیت کیا ہے؟

جواب مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ کے بعض پہلو نہایت درخشاں ہیں۔ ان میں سیرتِ طیبہ بھی شامل ہے۔ یوں تو یہاں باقاعدہ علمی سطح پر سیرت نگاری کا آغاز قدرے تاخیر سے ہوا، مگر جب ہوا تو بعض پہلوؤں سے یہ روایت پورے عالمِ اسلام میں فوقیت لے گئی۔ کیونکہ اُردو زبان کے آغاز میں ہی سیرت کے نمونے نظر آتے ہیں۔ مگر انیسویں صدی میں چند کام نہایت قدر و منزلت کے حامل ہیں۔ ان میں قاضی بدر الدولہ کی ''فوائد بدریہ'' قابل ذکر ہے، چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب سیرتِ طیبہ کے کہ تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس عہد کے اعتبار سے یہ کاوش جامع بھی ہے اور معتبر بھی، اور سر سید کی ''خطبات احمدیہ'' ہے۔ سرسید کے بعض معتقدات سے اختلاف کے باوجود انھوں نے اپنے ان خطبات سے مستشرقین کی علمی گرفت اور ان کے افکار و نظریات کی تردید کا رجحان سیرت نگاری میں متعارف کرایا۔ یہ رجحان ایک پختہ روایت کے طور پر سب سے پہلے اردو میں ہی متعارف ہوا۔ پھر علامہ شبلی اور سید سلمان ندوی کی مشترکہ کاوش ''سیرت النبی ﷺ'' ہے، جو لازوال کاوش ہے اور اردو کے کلاسک میں شامل ہے۔ اس میں دونوں فضلا نے سیرت کو بطور موضوع جس بلندی پر پہنچایا ہے، وہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔ سیرت میں موضوعاتی تنوع پیدا کرنے میں اس کتاب کا بڑا کردار ہے، اور تحقیق و تدقیق کے باب میں بھی اس کا مقام کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور اس عہد میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کے معاصر علامہ سید سلمان منصور پوری ہیں۔ ''رحمۃ اللعالمین'' بھی اردو سیرت کے کلاسکس کا ناگزیر حصہ ہے، انھوں



نے تقابلی مطالعے کی ریت ڈالی اور سیرت نگاری کو اس حوالے سے نئے رجحان سے آشنا کیا۔ ان کے بعد تو سیرت نگاروں کا ایک ایسا سلسلہ ہے، جس کا احاطہ بھی مشکل ہے، مگر چند چیزیں بر عظیم کی کاوشوں کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہیں، ایک تو مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کی تدوین سیرت و مغازی اپنے موضوع پر کسی بھی زبان میں پہلی اور اب تک کی معلومات کے مطابق آخری کتاب ہے اور دوسری کتاب جو اسلوب کے حوالے سے امتیازی قدر و منزلت رکھتی ہے، وہ ہے مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''النبي الخاتم ﷺ'' ہے۔ حال کے برسوں میں پروفیسر ظفر احمد نے تضادات کو رفع کرنے کے لیے جو کاوش کی ہے، جو ہمارے مجلّے السیرۃ عالمی میں شائع ہوئی ہے، وہ ایک وقیع کاوش ہے، جو آگے چل کر ہمارے اس خطے کی شناخت بنے گی۔ ان شاء اللہ۔ باقی ہر سوال تو ایک دفتر چاہتا ہے، راقم نے صرف پاکستان سے شائع ہونے والی کتب اور ان کے رجحانات کا تذکرہ ایک مختصر کتاب ''پاکستان میں اردو سیرت نگاری'' میں کیا ہے، اس میں کافی تفصیلات مل سکتی ہیں۔

سوال عام طور پر مسلمان سیرت کے حقیقی مفہوم ہی سے نا آشنا ہیں۔ اس کا ایک جامع تعارف کروا دیجیے؟

جواب سیرت کے عام لغوی معنی تو چال چلن، ہیئت، شکل و صورت، روش اور طریقے کے ہیں، مگر اس کی فنی تعریف کرتے ہوئے اردو کے معروف محقق ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا تھا کہ ''سیرت کا مفہوم طریقے و مذہب، سنت، ہیئت، حالت اور کردار تک محدود نہیں، بلکہ اس سے مراد داخلی شخصیت اہم کارنامے اور اکابر کے حالات زندگی بھی ہیں۔'' پھر ایک اور مقام پر انھوں نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تمام اشخاص کی بایو گرافی (سوانح) کو سیرت کہنا زیادتی ہے، کیونکہ سیرت کے لفظ کو اصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہیے۔'' یہ بات بجا طور پر درست ہے، کیونکہ لفظ سیرت اپنے مفہوم میں شخصیت کا جو جامع مفہوم رکھتا ہے، اس کا رسول اللہ ﷺ کیعلاوہ کسی اور شخصیت پر صادق آنا ممکن نہیں۔ اس لیے اب یہ بات طے ہے کہ سیرت سے مراد سیرت نبوی ﷺ ہی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''عجالۂ نافعہ'' میں اس کی جامع ترین تعریف یوں کی ہے: ''رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت سے جو بھی چیز تعلق رکھتی ہے، آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک سب کی سب سیرت کہلاتی ہے۔'' میرا خیال ہے کہ سیرت کی اس سے بہتر اور جامع فنی تعریف ممکن نہیں، البتہ سیرتِ صحابہ واہل بیتِ عظام کو ایک ذیلی عنوان کی حیثیت سے اب پہچانا جانے لگا ہے، اس لیے اطلاق کے ساتھ لفظ سیرت کے استعمال پر اس سے صرف ذات رسالت مآب ﷺ ہی مراد ہوگی۔

سوال فی زمانہ سیرت کے کن پہلوؤں کو زیادہ اجاگر کرنے کی ضرورت ہے؟

جواب سیرتِ طیبہ کے اطلاقی پہلو ہمارے لیے ہمیشہ سے ایک درس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس چیز کو قرآنِ حکیم نے اسوۂ حسنہ کہا ہے، وہ یہی ہے۔ ابھی تک اس پہلو کو زیادہ سائنٹیفک انداز میں اجاگر نہیں کیا جا سکا۔ چند کاوشیں ضرور ہوئی ہیں۔ مگر یہ کاوش زیادہ محنت مانگتی ہے، زیادہ مطالعہ اور علمی اپروچ کے ساتھ ساتھ وژن کا تقاضا کرتی ہے، اس لیے اس جانب توجہ کم ہی مبذول ہو سکی ہے۔ اس اطلاقی پہلو کو بھی چند مزید ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس کا دعوتی پہلو ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو انسانیت تک کیسے پہنچائیں؟ دوسرا اس کا سماجی پہلو ہے، خصوصاً عائلی زندگی کے بارے میں ہدایات زیادہ عملی نوعیت کی ہیں۔ ان کو مخاطبین کی نفسیات کا پاس رکھتے ہوئے عوام اور حیاتِ انسانی سے تعلق رکھنے والے تمام طبقات تک پہنچانا آج کا سب سے اہم چیلنج ہے۔

سوال مغرب کی رسول رحمت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں بہت بڑھ گئی ہیں، آپ کے خیال میں اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب مغرب طے شدہ ایجنڈے پر کام کرتا ہے۔ اسلام کے حوالے سے اس کے پالیسی سازوں کا ذہن صاف ہے۔ تہذیبی تصادم کی بات محض کسی موہوم خطرے کی نشان دہی نہیں تھی، بلکہ وہ ان کے ایجنڈے کا ملفوف اعلان تھا۔ اسلام ان کے لیے واضح خطرہ ہے، ان کی بالادستی، خواہ معاشی ہو، جغرافیائی ہو یا سیاسی اسلام ہی سے خطرہ محسوس کرتی ہے۔ ایسے میں



اسلام کو نت نئے انداز سے نشانے پر رکھنا ان کی طے شدہ پالیسی ہے۔ البتہ اس کے اظہار کے لیے اٹھنے والے ہنگامے ایک نوعیت کے نہیں۔ کچھ تو سنجیدگی سے اسلام کو محض تہذیبی طور پر نہیں عسکری طور پر خطرہ سمجھتے ہیں۔ انھیں ہر مسلمان کی صورت میں خصوصاً ایک عملی مسلمان کی صورت میں ایک دہشت گرد دکھائی دیتا ہے۔ جس کا سبب ان کا میڈیا ہے۔ کچھ جنونی فرقہ پرست ہیں۔ انھیں بھی اسلام خطرہ ہی دکھائی دے گا۔ پھر ہمارے غیر محتاط رویوں نے بھی اسلام کی روشن صورت کو دھندلانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ یہ سب پہلو سامنے ہوں تو حالات کا تجزیہ کرنے میں سہولت ہو گی۔ کسی ایک پہلو کو سامنے رکھ کر بنائی جانے والی پالیسی یا قائم کی جانے والی رائے یک رخی ہوگی، جو ہمیں صحیح نتائج تک پہنچنے میں مدد نہیں دے سکتی۔ مغرب جانتا ہے کہ ذات رسالت مآب ﷺ ہی وہ مرکزی نقطہ ہے، جو امت مسلمہ کو امت وحدہ کی شکل دیتا ہے، اس لیے وہ اس مرکز کو ہدف بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری کوتاہیاں اپنی جگہ مگر مومن کا ایمان آخری درجے پر بھی ہو تب بھی مغرب اپنے اس ایجنڈے کی تکمیل میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ان شاء اللہ

سوال غیر مسلموں پر سیرت کے تابندہ پہلو کیوں کر آشکار کیے جاسکتے ہیں؟

جواب سیرتِ طیبہ کے اعجازی پہلو بہت زیادہ اہم ہیں۔ اس قدر کہ ایک غیر جانب دار شخص ان کا اثر قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر سیرتِ طیبہ کی جامعیت، ہمہ گیر یاور عالم گیریت بھی اعجازی پہلوؤں کی حامل ہیں۔ ان پہلوؤں کو غیر مسلموں تک پہنچانا از بس ضروری ہے، مگر افسوس کہ ہم فقہی اور مسلکی الجھنوں کا شکار ہیں، اور مشنریز ہمارے میں گلی کوچوں کو عرصے سے ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ ہم جب تک اپنی ذمے داریوں کا احساس نہیں کریں گے اس وقت تک یہ سوال و جواب محض زبانی جمع تفریق کا ہی عمل کہلائیں گے اور یہ لا حاصل مشق تو عرصے سے جاری ہے۔

سوال مستشرقین کے سیرت پر کیے ہوئے کام کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب مستشرقین کو عام طور پر ایک ہی صف میں کھڑا کیا جاتا ہے، جو درست نہیں، ان کی تین واضح اقسام ہیں: ایک تو وہ مستشرقین ہیں جو خاص ایجنڈا لے کر اس میدان میں اترے تھے۔ ان میں سے اکثریت پادریوں کی تھی، اور اس میں بھی ایک تحقیق کا عنوان ہے کہ ایک خیال کے مطابق اکثریت ایسے پادریوں کی تھی جو یہودی الاصل ہے، اب اس پر تحقیق ہونی چاہیے کہ آیا یہ واقعی درست ہے؟ اور اگر درست ہے تو کس قدر؟ المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تو تحقیق کی روایت ہی نہیں ہے۔ لے دے کر اب کچھ روایت پڑتی نظر آ رہی ہے تو وہ اس قدر ہے کہ چند سافٹ وئیرز کی مدد سے روایات کے حوالہ جات درج کر دیے جائیں۔ تاریخ ایک فن ہے، ہر فن کا اپنا مزاج ہوتا ہے، سیرت فنی اعتبار سے تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ اس میں روایت کے استناد کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، مگر اس میں درایت کے پہلو کو نظر انداز کرنا بھی درست نتائج کے اخذ کرنے میں مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ خیر یہ ایک ضمنی بات تھی۔

اب سوچنا یہ چاہیے کہ پادری آخر کیوں سیرت کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ ان کا کوئی طے شدہ ایجنڈا نہ ہو، یہ امر انسانی ذہن قبول نہیں کرتا۔ اس لیے وہ اپنے ایجنڈے پر ہی کام کریں گے، خواہ تحقیق کچھ ہی کہے۔

دوسرا طبقہ سنجیدہ علمی اشخاص کا ہے، ایسے لوگ کم ہوں گے، مگر ہیں۔ انھوں نے سیرت کے متون دریافت کرنے اور انھیں ایڈٹ کرنے میں بڑی محنت کی ہے، اور عموماً ان کے نتائج بحث سے اہل علم کو اتفاق رہا ہے۔ ان کی چیزیں قبول کی جاسکتی ہیں۔

تیسرا طبقہ وہ ہے، جو حقائق کا متلاشی ہے، یہ اپنے مطالعے کے ذریعے بسا اوقات صحیح نتائج تک پہنچ جاتا ہے، ایسے لوگ بھی معقول تعداد میں ہیں، جنھوں نے اپنی تحقیق کے ذریعے اسلام کو پہچانا اور رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے سے آگہی حاصل کی۔ یوں مستشرقین کا کام تفصیلی مطالعے کا متقاضی ہے۔ یہ بھی تحقیق کا ایک عنوان ہے۔ جو اہل تحقیق کا منتظر ہے۔

سوال آپ کی سیرت پر مزید کتب؟

جواب سیرت طیبہ پر راقم کی چند کتب شائع ہوئی ہیں۔ ایک کتاب کا عنوان ہے ''تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل'' یہ سات مقالات کا مجموعہ ہے، جنھیں مختلف



برسوں میں سیرت ایوارڈز دیے گئے تھے۔ دوسری کتاب ''درسِ سیرت'' ہے۔ یہ دعوتی اسلوب میں اخلاقِ نبوی کا تعارف ہے۔ خطابت نبوی کا تعارف شروع میں کرایا جا چکا ہے۔ ''پاکستان میں اردو سیرت نگاری'' کے عنوان سے راقم نے اس پہلو سے اپنی معروضات پیش کی ہیں، یہ اپنے موضوع پر مختصر مگر پہلی جامع کاوش ہے۔ نبی رحمت و شفقت اور اسوۂ حسنہ چند عملی پہلو کے عنوان سے بھی دو کتب تشنۂ تکمیل ہیں۔ انیسویں صدی کی اردو سیرت نگاری پر بھی کام جاری ہے۔ چند کتب ایڈٹ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے، جن میں ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی دو کتب ''اخلاق محمد ﷺ'' اور ''مقام محمد ﷺ'' قرآن کے آئینے میں'' اور پروفیسر علی الحسن صدیقی کی نامکمل کتاب ''سیرت'' شامل ہے۔ اوراقِ سیرت کے عنوان سے سیرتِ طیبہ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے اور ''سیرت پارے'' کے عنوان سے سیرت پر مشاہیر اہلِ علم کے شہ پاروں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ان کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے، جن کا تعلق سیرتِ طیبہ سے ہے۔

سوال سیرت کو ایک تحریک کس طرح بنایا جا سکتا ہے؟

جواب سب سے پہلے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی وابستگی کو تمام دیگر تعلقات پر عملاً فوقیت دینا ہوگی، پھر ہر سطح کے لوگوں کے لیے دروس، سیمینار، کورسز، ورکشاپ اور کانفرنسوں کا انعقاد کرنا ہوگا۔ اور یہ سب کام ایک بڑے مقصد کو سامنے رکھ کر انجام دینے ہوں گے، محض نشست برائے نشست یا نشست برائے تشہیر سے دامن بچانا ہوگا۔ تب ہی یہ منزل ہمیں حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم کے ساتھ عمل کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

دنیا کا خوبصورت ترین چہرہ

دنیا میں ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوبصورت بنا کر پیش کرے۔ اس کے لیے وہ سرتوڑ کوشش کرتا ہے۔ اگر قدرتی طور پر کسی کا رنگ سیاہ ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو وائٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوشنمائی کی دوڑ میں خواتین سب سے آگے نظر آتی ہیں۔ اگرچہ شریعت نے اچھا لباس پہننے اور خوبصورت رہنے کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے مگر اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان شرعی حدود کو پامال کر کے صرف اس خودنمائی ہی کو اپنا مقصود بنا لے، مثلاً: اسلام نے عورت کو خوبصورتی اختیار کرنے کا حکم دیا مگر صرف اپنے شوہر کے لیے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت بازاروں، پروگراموں اور دیگر مجالس میں اپنے حسن کے ڈنکے بجاتی پھرے۔

بہرحال ہر شخص اپنے چہرے کو ایک خوبصورت چہرہ بنانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ دیگر افراد کی نسبت نمایاں نظر آئے۔ آج ہم آپ کو ایک ایسے چہرے کے بارے میں بتاتے ہیں جو دنیا کا سب سے خوبصورت چہرہ تھا۔ جس کے خوبصورت ہونے کی گواہی ہر کسی نے دی۔ دنیا کا وہ خوبصورت ترین چہرہ ہمارے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تھا۔ سیدنا براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ» ''میں نے نبی ﷺ سے بڑھ کر حسین وجمیل کسی کو نہیں دیکھا۔'' (صحیح البخاری: 3551) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خوبصورت چیز کوئی نہیں دیکھی، ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہے۔'' (مسند احمد: 380/2)

مصر: خواتین فضائی میزبانوں نے حجاب پہننا شروع کر دیا

مصر کی قومی ایئر لائن کی فضائی میزبانوں نے حجاب پہننا شروع کر دیا ہے، گزشتہ روز قاہرہ سے سعودی عرب کے شہر جدہ جانے والی پرواز میں خاتون اسٹیورڈ نے حجاب پہن کر اپنے فرائض انجام دیئے، مصر کے سابق صدر حسنی مبارک نے اپنے دورِ حکومت میں سرکاری ٹی وی اور قومی ایئر لائن میں کام کرنے والی خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ (روزنامہ جنگ: 12,11,12)

جنگلی حیات سے متعلقہ نبی ﷺ کی راہ نمائیاں

ڈاکٹر طارق ریاض

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ اپنی امت کو بھلائی اور علم و حکمت کا درس دیتے رہے۔ موجودہ دور کی ایسی کئی باتیں جن کے بارے میں پندرہ سو سال پہلے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا، اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی حکمت بھری زندگی سے ہمارے لیے رہنمائی کا اہتمام فرمایا۔ موجودہ دور میں یوں تو کئی سائنسی، علمی اور فکری نوعیت کے موضوعات ہیں جن پر آئے روز سیمینارز، مباحثے، کانفرنسیں، ورکشاپس اور دیگر تقریبات منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ ان سلگتے موضوعات میں سے ایک ہماری زندگی میں جنگلی حیات یا وائلڈ لائف بھی شامل ہے۔ دنیا بھر میں یہ احساس اُبھرا ہے کہ جنگلات کی کٹائی اور جانوروں کی معدومی سے ماحولیاتی توازن تیزی سے بگڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں جنگلی حیات کے تحفظ پر زور دیا جا رہا ہے۔ مختلف سطح کی سائنسی درسی کتابوں میں اس باب کو لازمی کر دیا گیا ہے۔

ایسے جانور جو پالے نہ جائیں اور ایسے پودے جو کاشت نہ کیے جائیں جنگلی حیات کہلاتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کے رسول ﷺ کی حیاتِ پاک کا جائزہ لیں تو آپ ﷺ نے اللہ کے بندوں کو نباتات اور حیوانات سے محبت کا درس دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد بار ہم سب کی رہنمائی کے لیے کئی مثالیں قائم کیں اور اسی طرح آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ بھی اس حوالے سے ہمارے لیے روشنی و ہدایت کا مینار ہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (مسلمان) ایک درخت لگاتا ہے اور جو ذی روح اس کے پھل اور سایہ سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کا ثواب اسے مرنے





کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ (صحيح البخاري: 6012، وصحيح مسلم: 1552، 1553)

اس فرمان سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درختوں کی اہمیت کو دو طرح سے اجاگر کیا ہے: اول درختوں کے لگانے سے ماحول کی آلودگی کو کم کرنے، فضا میں آکسیجن پیدا کرنے کے اسباب میں اضافہ (کیونکہ سبز پتے فضا میں آکسیجن گیس خارج کرتے ہیں اور ماحول سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہیں۔)، ماحول کی شادابی اور ہزاروں انواع کی حشرات الارض کے لیے مسکن کا کام کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ نیکی صدقۂ جاریہ بھی قرار دی گئی۔ آج کے دور کے حساب سے یہ بہت بڑا پیکج ہے کہ درختوں کی افزائش و نگہبانی کے کام کا بدلہ اتنا بڑا ہے کہ قبر میں بھی اس نیکی کا بدلہ ملتا رہے۔ یقیناً بارگاہِ الٰہی میں روزِ حشر ہر شخص کی بخشش کا سامان اس کے نیک اعمال ہی ہوں گے۔ جن میں پودوں سے محبت بھی شامل ہے۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! میں نے اپنے جانوروں (اونٹ، گھوڑے وغیرہ) کے لیے پانی کا حوض بنا رکھا ہے اگر کوئی اور جانور (پرندے، چوپائے) بھی وہاں سے پانی پینے آ جائیں تو مجھے ثواب ہوگا۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے تبسم فرمایا اور خوشخبری دی کہ ہر پیاسے جاندار کے ساتھ حسن سلوک سے اللہ پاک ثواب عطا فرماتا ہے۔'' (صحيح ابن حبان: 299/2، 300) آج کل دنیا بھر میں جنگلی حیات کے تحفظ کا شور و غوغا ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کا بغور جائزہ لیں تو نبی رحمت ﷺ نے تو جانوروں کے تحفظ اور حرمت کا درس پندرہ سو برس پہلے دنیا کو دے دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب جنگلی حیات کے حوالے سے اتنی واضح اور جامع حکمت عملی نہیں رکھتا جتنا اسلام میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ یعنی صرف انسان نہیں، ہمارے مذہب میں پودوں اور جانوروں کی حرمت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ ہرے بھرے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح حیوانات سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے جانوروں کے چہرے داغنے، دم کاٹنے اور ایذا دینے پر سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح ایسے جانور جنھیں پالا جائے، مثلاً: کبوتر، طوطے، فاختائیں، بندر، مور، مرغابیاں، تیتر، چکور وغیرہ جنگلی حیات کے زمرے میں آتے ہیں جنھیں ہم لوگ گھروں میں پال لیتے ہیں۔ ان کی حفاظت، خوراک و صحت کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے۔ حتی کہ پالتو جانوروں گائے، بھینس، گھوڑا، اونٹ، بلی، مرغیاں، کتے بطخیں وغیرہ کو احترام دینا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور صلۂ رحمی پر اجر و ثواب کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔ (صحيح البخاري: 6009) گویا جانوروں کے حقوق کا باضابطہ تعین کر دیا گیا ہے اور ان سے صرفِ نظر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔

اہلِ عرب اُلو کو منحوس خیال کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جس گھر پر یا گھر کے درخت پر یہ پرندہ آ کر بیٹھ جائے وہاں بدشگونی ضرور ہوتی ہے۔ کوئی نہ کوئی مر جاتا ہے یا گھر میں ویرانی چھا جاتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس جانور کے در پے رہتے۔ جہاں اُلو اپنی آواز نکالتا۔ یہ لوگ پر اسرار آواز سمجھ کر سہم جاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کو ہلاک کرنے یا اس کو بدشگون سمجھنے سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''الو منحوس نہیں ہے۔'' (صحيح البخاري: 5707، 5753، و صحيح مسلم: 2220) لہٰذا اس کو نہ مارا جائے۔ اس مثال سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جنگلی حیات کے تحفظ اور انھیں ہلاک نہ کرنے کا منصوبہ اور اس کی ابتدا خالصتاً دین اسلام کی تعلیمات ہیں۔ جنھیں آج اہلِ مغرب اور امریکہ والے اپنا پراجیکٹ قرار دے کر جنگلی حیات کے تحفظ کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

اسی طرح ایک بار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال ہوا کہ عرصہ ہو گیا ٹڈی دل نہیں دیکھا۔ ٹڈی دل ایک تباہ کن کیڑا ہے جو وسیع رقبے پر ہریالی کو چٹ کر جاتا ہے۔ اللہ رب العزت اس جانور کو عموماً عذاب کے طور پر بھیجتا ہے، تاہم لوگ اسے بھون کر بھی کھاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے کھا لیتے تھے۔ البتہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کبھی ٹڈی دل کو پکڑا نہ کھایا۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ریاست کے کئی علاقوں میں پتا کروایا۔ آخر معلوم پڑا کہ یمن کے علاقے میں ٹڈی دَل دیکھے گئے ہیں۔ یہ جان کر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر



ادا کیا۔ کیونکہ بقول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انھوں نے نبی پاک ﷺ سے سنا تھا کہ قیامت کے نزدیک سب سے پہلے ٹڈی دل ناپید ہوں گے۔ (شعب الایمان: 9659)

عرب کے لوگ اس قدر جاہل تھے کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت اتار کر کھاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا اور زندہ جانور کے کاٹے ہوئے گوشت کو حرام قرار دیا۔ (سنن ابن ماجه: 3216) آپ ﷺ نے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ ﷺ نے اہلِ عرب کو سمجھایا کہ جانوروں سے صلۂ رحمی کا معاملہ نہ کرنا بھی شرعی جرم ہے۔ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میں جب بھی بکری کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس پر ترس آ جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تم پر ترس کھائے۔ (شعب الایمان:3/414، مصنف عبدالرزاق: 4/419، و مسند احمد:3/436)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ایک گناہگار عورت کی بخشش اس سبب ہوگئی کہ اس نے ایک پیاس سے بلکتے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا تھا۔ (صحيح البخاري: 3321، و مسند أحمد: 2/510) نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا تعلق درحقیقت اس فلسفہ سے ہے کہ حیوانات کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور ان پر شفقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب کا باعث بنتی ہے۔ (صحيح البخاري: 2466) ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل تھی، ایک صحابی نے پرندے حمرا (چنڈول) کا انڈا نکال کر سب کو دکھایا۔ اس اثناء میں وہ پرندہ بھی آ گیا جس کے گھونسلے سے انڈا لیا گیا تھا۔ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ ﷺ تڑپ اٹھے اور دریافت کیا کہ کس نے پرندے کو تکلیف دی ہے۔ اس پر مذکورہ شخص نے بتایا کہ اس نے یہ کام کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ انڈے کو واپس گھونسلے میں رکھ دو۔ (مسند البزار: 5/378) چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انڈا اصل میں نسل آگے بڑھانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کی تباہی آنے والی نسلوں کی تباہی ہے۔ انڈا واپس رکھوانے کے حکم سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس پرندے کو بے قرار دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گئے تھے۔ دوسرے جنگلی حیات کے تحفظ کا صحیح حق یہ ہے کہ ہم ان کی نسل آگے بڑھانے میں مدد کریں۔ ان کے مساکن کو تباہ نہ کریں۔ جنگلات کو نہ کاٹیں اور گھونسلوں سے پرندوں اور بل سے دیگر جانوروں کے انڈوں کو نہ چھیڑیں تاکہ ان کی نسل آگے بڑھانے کا عمل متاثر نہ ہو۔

مینڈک ایسا جانور ہے جو رہتا خشکی پر ہے لیکن بچے پیدا کرنے کے لیے خشکی سے پانی میں چلا جاتا ہے۔ اس جانور کو گزشتہ برسوں میں دنیا کے کئی علاقوں، مثلاً: جاپان، کوریا اور بھارت میں بڑی بے دردی سے قتل کیا گیا کیونکہ اس جانور کی کھال سے بٹوے (پرس) وغیرہ بنائے جاتے ہیں جو مہنگے داموں فروخت ہوتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک بار ایک حکیم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور مینڈک کو ہلاک کر کے دوا بنانے کا کہا۔ آپ ﷺ نے حکیم کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن أبي داود: 5269) آپ ﷺ نے یہ بھی واضح کیا کہ مینڈک کا ٹرٹرانا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی ثنا بیان کر رہا ہے۔ یقیناً دنیا کی مختلف ایسی تنظیموں کے لیے یہ حیران کن بات ہوگی کہ مینڈکوں کی نسل کشی اور انھیں ہلاک نہ کرنے کے حوالے سے ان کے پوسٹرز، بینرز اور اعلانات کی پہلی نشاندہی تو ہمارے نبی پاک ﷺ نے پندرہ سو سال پہلے فرما دی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ عام اعلان کیا جاتا تھا: مفتوحہ علاقوں میں کسی سرسبز درخت کو کاٹا نہ جائے گا۔ تمام آبی اور زمینی حیات بشمول نباتات، حیوانات اور انسانوں کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ جانوروں کو چراگاہوں سے بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ پانی کو آلودہ نہیں کیا جائے گا اور کھجور کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔ فصلوں کو تباہ نہیں کیا جائے گا۔ اس حکم نامے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگلی حیات کا تحفظ کتنا اہم ہے!

واقف ہو اگر لذت بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پُر اسرار

●●●

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرۂ اُفتاد!



مستشرقین کا تصور حدیث و سنت

محمد انیس الرحمن

اسلام کی اس مضبوط ترین اولین اساس، یعنی قرآن کریم پر حملے میں ناکامی کے بعد اسلام کی دوسری بڑی اساس یعنی سیرت ﷺ، حدیث وسنت پر حملوں کے لیے مستشرقین نے فکری صف بندیاں کیں اس میدان میں بھی وہ انتہائی اوچھے انداز میں حملہ آور ہوئے جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے ثقہ علماء نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو منتشر انسانوں کے ساتھ ایک پیشہ ور فوج کرتی ہے۔

مستشرقین کا انداز تحقیق

مستشرقین کی تحقیقات میں مندرجہ ذیل عوامل نمایاں طور پر نظر آتے ہیں:

① ہر اس چیز سے بدگمانی اور غلط فہمی کو اجاگر کرنا جس کا تعلق اسلام کی اساس اور اس کے جوہری اغراض سے ہو۔

② مسلمان علماء دین اور اکابر ملت کے بارے میں بدگمانی اور بے اعتمادی پیدا کرنا۔

③ اسلام کے بالعموم مختلف اور بالخصوص ابتدائی دور کی ایسی تصویر کشی کرنا جس میں انتشار اور تخریب دینی کا عنصر شامل ہو۔

④ اسلامی معاشرے اور اس کی اصل روح سے ناواقفیت کی بنیاد پر اسے مغرب کی فکری کسوٹی پر پرکھنا۔

⑤ نصوص (واضح عبارتوں) کو اپنے قیاسات کے تابع کرنا اور ان کے معاملے میں ہٹ دھرمی کا ثبوت دینا۔

⑥ واضح عبارتوں میں تحریف کرنا اور جہاں تحریف ممکن نہ ہو اس کے لغوی بیان میں غلط فہمی سے کام لینا۔

⑦ جن کتابوں سے مراجعت کرنا مقصود ہو ان کے انتخاب میں ہٹ دھرمی کا ثبوت دینا۔ مثلاً تاریخ کی کتابوں سے فقہ میں استدلال کرنا' ادب کی کتابوں سے تاریخ حدیث پر بحث کرنا۔ یہ سب کچھ حق سے انحراف کرتے ہوئے صرف خواہش نفس کی اتباع کے لیے ہوتا ہے۔

مستشرقین کا نظریہ حدیث وسنت

مستشرقین میں مسلمانوں کے لیے اس میدان میں سب سے خطرناک نام ''گولڈزیہر'' کا ہے۔ ہنگری کا یہ یہودی مستشرق انتہائی متعصب اور فساد پھیلانے میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ جیسا کہ اس کے ''ادبی کارناموں'' سے ظاہر ہے کہ اسے عرب کے قدیم مخزنوں سے بڑی حد تک واقفیت تھی یہی وجہ ہے کہ گزشتہ صدی سے لے کر بعد کے مستشرقین کے لیے اس کی حیثیت اہم ماخذ و مرجع کی بنی رہی۔ اس سم قاتل کا اثر صرف بعد کے مستشرقین پر ہی نہیں بلکہ بہت سے مسلمان مصنفین پر بھی ہوا جن میں مصر کے مشہور ادیب و عالم ڈاکٹر طٰہٰ حسین' استاد احمد امین مصری وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں ہم مستشرق گولڈ زیہر کے



موضوع ''تاریخ حدیث'' کے حوالے سے بھی تبصرہ کریں گے۔

مستشرقین کے حدیث میں شبہات

حدیث کے سلسلے میں مستشرقین نے انتہائی مبالغہ آمیز گمراہی سے کام لیا ہے۔ احادیث شریفہ جو اساس دین میں دوسرا اہم رکن ہے مستشرقین نے جھٹلا کر انھیں مسلمانوں کی سیاسی اور دینی مصلحتوں پر منتج کیا ہے، مثلاً: گولڈ زیہر ہی اپنی کتاب میں دعویٰ کرتا ہے کہ:

''عبدالملک بن مروان نے ابن زبیر کی بغاوت کے زمانے میں لوگوں کو حج کرنے سے روک دیا تھا تاکہ لوگ مسجد اقصی کی بجائے یہاں آئیں اور طواف کریں۔ اس کے بعد عبدالملک نے چاہا کہ کسی تدبیر کے تحت عوام الناس کو دینی عقیدت کی بنیاد پر قبۃ الصخرہ کا حج کرنے پر آمادہ کرے، چنانچہ اس نے زہری کو، جو امت مسلمہ میں ممتاز مقام کے حامل تھے، اس مقصد کے لیے حدیثیں وضع کرنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے بہت سی حدیثیں وضع کر لیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِيْ هَذا وَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى» ''سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے میری مسجد (مسجد نبوی ﷺ) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔''

(صحیح مسلم:1397)

اسی طرح ایک اور حدیث ہے:

«الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى تَعْدِلُ أَلْفَ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ» ''مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ثواب میں ہزار گنا زیادہ ہے۔''

(السلسلة الضعيفة، تحت الحديث:5355)

(امام زہری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردہ یہ روایت موضوع ہے جو کہ امام زہری سے منقول نہیں ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ سے جو روایت منقول ہے وہ وہی ہے جو صحیح مسلم کے حوالے سے پہلے ذکر ہوئی ہے۔ اس روایت میں مسجد اقصیٰ کی یہ فضیلت بیان نہیں ہوئی ہے جو اس موضوع روایت میں نقل کی گئی ہے۔)

اس بات کی دلیل کہ امام زہری ہی نے یہ احادیث وضع کیں۔

① زہری عبدالملک کے دوست تھے اور اس کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

② دوسرے یہ کہ جو احادیث بیت المقدس کے فضائل سے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری زہری کی سند سے مروی ہیں۔

گولڈ زیہر کی اس اختراع سازی کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ثقہ مورخین کے درمیان اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ قبۃ الصخرہ عبدالملک نے نہیں بلکہ ولید بن عبدالملک نے تعمیر کرایا تھا اور اس بات کا ذکر ابن عساکر، طبری، ابن الاثیر، ابن خلدون اور ابن کثیر جیسے نامور تاریخ دانوں نے کیا ہے۔ کسی بھی مورخ نے اس بات کا اشارہ تک نہیں دیا کہ قبۃ الصخرۃ عبدالملک نے تعمیر کرایا تھا۔

اور اگر بقول اس یہودی مستشرق گولڈ زیہر کے کہ قبۃ الصخرۃ کی تعمیر کا مقصد لوگوں کو کعبہ کے طواف سے منحرف کر کے قبۃ الصخرۃ کے طواف پر مائل کیا جائے تو یہ تاریخ اسلام میں ایک عظیم سانحہ ہوتا پھر کیسے ممکن ہے کہ سارے کے سارے مورخین اس عظیم تاریخی حادثے پر خاموشی سے گزر جاتے جبکہ فطرتاً تاریخ کی چھوٹی سے چھوٹی جزویات کو بھی وہ قلمبند کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ محض دمیری کی کتاب الحیوان میں ابن خلکان کی اس روایت کو کہ «بناها عبدالملك وكان الناس يقفون عندها يوم عرفة» ''عبدالملک نے اسے تعمیر کرایا اور لوگ عرفہ کے دن اس کے قریب جمع ہوتے تھے۔'' کو بنیاد بنا کر واقعے کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا جبکہ ائمہ تاریخ کے نزدیک یہ نہایت ضعیف اور ناقابل اعتبار روایت ہے۔ معنوی اور لغوی لحاظ سے بھی اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے بنانے کا مقصد یہاں لوگوں کو حج کی دعوت دینا تھی۔

مندرجہ بالا روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مستشرقین نے ائمہ حدیث کی ذات کو کس طرح متنازعہ بنا کر ان سے وابستہ علم کو مسلمانوں کے نزدیک مشکوک کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ آگے چل کر یہی مستشرق (گولڈ زیہر) بنو امیہ کے سیاسی تقاضوں کی بنیاد پر امام زہری کا ان سے گٹھ جوڑ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بقول گولڈ زیہر:

بنوامیہ کو ان احادیث کی نشر و اشاعت کی، جو ان کے مطلب براری کے لیے مفید تھیں، جرأت و ہمت کیونکر ہوئی؟ اور انھوں نے زہری جیسے مرد صالح کو وضع حدیث کے لیے کیسے استعمال کیا اور استعمال بھی اس طرح کیا جو مادی قسم یعنی مال و زر کی طمع کی بجائے محض



دھوکہ دہی اور فریب خوردگی کا نوع تھا۔ ان سوالات کا جواب ان بعض روایت سے واضح طور پر ملتا ہے جو آج تک خطیب بغدادی کے یہاں محفوظ چلی آتی ہیں۔ ① عبدالرزاق بن ہمام (211ھ) عن معمر بن راشد (153ھ) کی سند سے ہمیں روایت ملتی ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ اس سند میں معمر بن راشد ان لوگوں میں سے ہیں جن کا سماع زہری سے ثابت ہے وہ اس طرح کے ولید بن ابراہیم اموی زہری کے پاس ایک صحیفہ لیے ہوئے آیا اور اسے ان کے سامنے رکھ کر اس میں لکھی ہوئی احادیث کی بطور سماع ان سے روایت کرنے کی اجازت مانگی گویا کہ وہ احادیث ولید نے زہری سے سنی ہیں۔ اس پر زہری نے اسے بلاتامل اجازت دے دی اور کہا میرے سوا تمھیں یہ احادیث اور کون بتا سکتا ہے؟ اس طرح اس اموی کے لیے جو کچھ اس صحیفے میں تھا زہری کی مرویات کی حیثیت سے روایت کرنا ممکن ہو گیا۔ اس واقعہ کی ان بہت سی مثالوں سے تائید ہوتی ہے جن کا سابق میں ذکر آ چکا ہے کہ زہری شاہی خاندان کی خواہش کو دینی وسائل کے ذریعہ پورا کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اگرچہ اپنے تقویٰ کی بنیاد پر کبھی کبھی ان کو اس میں تامل و تردد بھی ہوتا تھا لیکن وہ ہمیشہ اس حالت پر قائم نہیں رہ سکتے تھے اور مستقل طور پر حکومت کے محکموں کا اثر قبول کرنے سے نہیں بچ سکتے تھے -----

چنانچہ اسی معمر نے بروایت زہری ہم سے ایک نہایت اہم بات روایت کی ہے اور وہ خود زہری کا ایک قول ہے کہ ''ان امراء نے ہمیں حدیثیں وضع کرنے پر مجبور کیا ہے'' یہ روایت بتلاتی ہے کہ زہری امت اسلامیہ میں اپنی شہرت و قبول عام سے فائدہ اٹھا کر حکومت کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے تیار رہتے تھے اور یہ کہ زہری کا تعلق اس گروہ سے تھا جو حکومت کا ہم نوا اور اس کے ساتھ تعاون کا قائل تھا۔ اسی لیے وہ قصر شاہی میں آنے جانے سے اجتناب بھی نہ کرتے تھے بلکہ اکثر وہ سلطان کی حاشیہ برداری میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

مستشرق گولڈ زیہر کے امام زہری جیسے ائمہ حدیث پر الزامات کا جواب دینے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ امام زہری کی جلالتِ شان ہماری نظروں کے سامنے ہو مگر طوالت سے بچتے ہوئے صرف اس مستشرق کے الزامات کا جواب دیا جاتا ہے۔

امام زہری کے حالات زندگی سے اس بات کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم حدیث میں ان کا کیا مقام تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ مغربی مستشرقین دین اسلام کی اساس پر ضرب لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دین کی پوری عمارت کو سادہ لوح مسلمانوں کی نظر میں مخدوش کر دیا جائے۔ ان راہوں پر چلتے ہوئے اس یہودی مستشرق گولڈزیہر نے علم حدیث پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی ہے کیونکہ اگر اس کے الزامات کو صحیح مان لیا جائے تو سارے کا سارا دین مشکوک حالت اختیار کر جاتا ہے کیونکہ بعد کے تقریباً تمام اہل سنت والجماعت کے ائمہ محدثین اور فقہاء نے امام زہری سے بے شمار حدیثیں روایت کی ہیں۔ جیسا کہ جلال الدین سیوطی نے طبقات المحدثین میں بیان کیا ہے کہ ان میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، عطا بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، ابن عیینہ، امام لیث بن سعد، امام اوزاعی اور ابن جریج شامل ہیں۔

کتب حدیث کے مصنفین میں سے امام بخاری نے صحیح بخاری، امام مسلم نے صحیح مسلم اور سنن اربعہ (سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ) کے مصنفین نے اپنی اپنی سنن میں، امام مالک نے موطا میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی اپنی مسندوں میں امام زہری کی بکثرت حدیثیں رقم کی ہیں اور کسی بھی محدث کی کتاب اور کسی بھی حافظ حدیث کی مسند زہری کی روایتوں سے خالی نہیں ہے بلکہ ان کا کوئی باب بھی ایسا نہیں ہے جس میں زہری کی کوئی نہ کوئی حدیث (مرفوع) یا اثر (حدیث موقوف) یا اجتہاد موجود نہ ہو۔ ایسی حالت میں اس متعصب مستشرق کی افترا پردازی کا پس منظر آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے۔

امیر حمزہ کڈنی سنٹر
گردہ، مثانہ، پتہ کی پتھری کا مکمل علاج گارنٹی سے کروائیں
پروفیسر حکیم ابوامیر حمزہ
0300-7642380
0300-7252473
نوٹ
مریض حضرات جمعرات اور اتوار کو تشریف لائیں یا بذریعہ ڈاک ادویات منگوانے کے لیے فون پر رابطہ کریں۔
امیر حمزہ کڈنی سنٹر، حسن پورہ، گلی نمبر:19، ڈھڈی والا فیصل آباد



یہ مقولہ بہت مشہور ہے: ''بچے پھولوں کی مانند ہوتے ہیں۔'' اگر پھولوں کی نگہداشت اچھے طریقے سے کی جائے تو وہ پھلتے پھولتے ہیں جس کے نتیجے میں ان سے خوشبو پھوٹتی ہے۔ اگر ان کی نگہداشت سے صرف نظر کیا جائے تو وہ مرجھانے کے ساتھ ساتھ کوڑا کرکٹ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر بچوں کی اچھی تربیت کی جائے تو ان سے روحانی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں ورنہ بصورتِ دیگر وہ معاشرے میں ایک ناسور کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ابتدا ہی سے بچوں کو بڑی اہمیت دی ہے۔ نبی ﷺ نے جب دعوت کا آغاز کیا تو بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے سامنے بھی دعوتِ اسلام کو پیش کیا۔ آپ ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے جس بچے نے اسلام قبول کیا وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ قبولِ اسلام کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 8 برس تھی۔ (جامع الترمذي :3734)

نبی ﷺ نے بچوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے، اس لیے کہ یہی بچے آئندہ معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں۔

تعلیم وتربیت، پیار، محبت اور شفقت، بچوں کے حوالے سے نبوی تعلیمات، جس پہلو سے بھی دیکھیں نبی ﷺ کا بچوں کے ساتھ تعلق جڑا ہوا نظر آتا ہے۔

بچوں سے متعلقہ اہم تعلیمات

اچھے نام کا انتخاب: رسول اللہ ﷺ نے بچوں کا اچھا نام رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

نبی ﷺ نے بچوں کے وہ نام جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے اچھے نہیں تھے ان کو اچھے ناموں سے بدل دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! تم نے اس کا کیا نام رکھا؟'' علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے کہا کہ اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! اس کا نام ''حسن'' ہے۔'' (مسند أحمد :98/1)

تعلیم وتربیت: نبی ﷺ نے بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کے بارے میں بہت تاکید فرمائی ہے۔ خصوصاً بیٹیوں کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَ أَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ» ''جس نے تین بچیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔'' (سنن أبي داود: 5148)

بچوں سے جھوٹ نہ بولو: رسول اللہ ﷺ نے بچوں کا ایک حق یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے جھوٹ نہ بولا جائے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری امی نے مجھے آواز دی کہ ادھر آؤ! میں تمھیں ایک چیز دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' میری امی نے کہا: ''میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



''(اگر صرف بلانے کے لیے تم اس سے یہ بات کہتی اور) اسے کچھ دینے کا تمھارا ارادہ نہ ہوتا تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک گناہ لکھ دیا جاتا۔'' (سنن أبي داود: 4991)

بچوں کو نماز سکھاؤ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھارے بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز سکھاؤ اور پڑھنے کا حکم دو۔ دس سال کی عمر میں اگر وہ نماز کی پابندی نہ کریں تو انھیں سزا دو۔ دس سال کی عمر کے بعد دو بچوں کو ایک ساتھ نہ سلاؤ بلکہ ان کے بستر جدا جدا کر دو۔'' (سنن أبي داود: 495)

بچوں کا قتل ..... کبیرہ گناہ: رسول اللہ ﷺ سے جب کبیرہ گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''رزق کی تنگی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔'' (صحیح البخاري :6001)

بچوں پر رحم کی تلقین: رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے ساتھ پیار، محبت اور شفقت کا برتاؤ کرنے کی بہت زیادہ تلقین فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص بچوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔'' (سنن أبي داود: 4943)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ کے پاس (ایک اعرابی) اقرع بن حابس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: ''میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔'' آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''جو (دوسروں پر) رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (صحیح البخاري: 5997) گویا کہ بچوں کو بوسہ دینا ان پر رحم کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ایک سبب ہے۔

اب ہم نبی ﷺ کے بچوں کے ساتھ عمدہ اور دلچسپ واقعات کو ذکر کرتے ہیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے کندھوں پر.....!

یہ ایک فطری بات ہے کہ جو شخص بچوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار، محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتا ہے تو بچے بھی بہت جلد اس کے ساتھ بے تکلفی اختیار کر لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی بچوں سے پیار اور محبت کے ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کندھوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے: ''اے اللہ! میں حسن سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔'' (صحیح البخاري :3749)

نبی ﷺ کی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کو اپنی پیاری نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت پیار تھا۔ اس کا اندازا اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ نماز کی حالت میں بھی امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو امامہ رضی اللہ عنہا کو کندھے سے اتار کر نیچے بٹھا دیتے اور جب دوبارہ قیام کے لیے کھڑے ہوتے تو امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر کندھوں پر بٹھا لیتے۔ (صحیح البخاري: 516)

بچے نبی ﷺ کی گود میں

عموماً بچوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ بڑوں کی گود میں بیٹھ کر پیاری پیاری باتیں کریں۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر ایک بچہ گود میں بیٹھ جائے تو دوسرا رونا شروع کر دیتا ہے کہ یہاں تو میں نے بیٹھنا تھا یہ کیوں بیٹھ گیا۔ اسی طرح کا مقابلہ اسامہ بن زید اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے درمیان رہتا تھا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور ایک ران پر حسن کو بٹھا لیتے اور پیار سے ہم دونوں کو دبوچ لیتے اور یہ دعا فرماتے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے شفقت کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم فرما۔''
(صحیح البخاري :6003)

ایک دفعہ ایک بچہ ''گھٹی'' دینے کے لیے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ بچے نے آپ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا مگر نبی ﷺ نے نہ ہی بچے کے بارے میں کوئی بات کی اور نہ ہی اس کے اہل خانہ کو کچھ کہا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اپنے کپڑوں پر چھینٹے مار لیے۔ (صحیح البخاري :6002)

نبی ﷺ بچے کی تلاش میں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کونے میں بیٹھ گئے اور آواز دینے لگے: «أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟» ''یہاں بچہ ہے؟ یہاں بچہ ہے؟'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ حسن رضی اللہ عنہ



کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ حسن کہاں ہے؟ جب حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا کی آواز سنی تو اندر سے بھاگتے ہوئے باہر آئے اور اپنے بازو نبی ﷺ کی گردن میں ڈال دیے۔ نبی ﷺ نے بھی حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور بوسہ لینے لگے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کو پیار اور محبت سے دبا رہے تھے اور نبی ﷺ ساتھ ہی ساتھ یہ دعا فرما رہے تھے: «اَللّٰهُمَّ أَحِبَّهُ وَ أَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ» ''اے اللہ! تو حسن سے محبت فرما اور اس شخص سے بھی محبت فرما جو حسن سے محبت کرتا ہو۔'' (صحيح البخاري : 2122، و صحيح مسلم :(57)2421)

بچوں کی دلجوئی

بچوں کی فطرت میں یہ بھی شامل ہے کہ جب کوئی پیار سے ان کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے تو وہ آگے آگے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ بچوں کا یہ انداز دیکھنے والے کو بہت سہانا لگتا ہے۔ بچوں سے محبت کا یہ انداز ہمیں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی ملتا ہے۔ یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت پر جا رہے تھے۔ اسی دوران حسین رضی اللہ عنہ، جو ابھی بچے تھے، ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آگے بڑھے اور اپنے بازوؤں کو پھیلا لیا تاکہ حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑیں۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو بھاگنے لگے۔ نبی ﷺ بھی حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگے۔ حسین رضی اللہ عنہ کبھی اِدھر بھاگتے کبھی اُدھر تاکہ نبی ﷺ ان کو پکڑ نہ سکیں۔ صحابی رسول کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے لیے پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے اور حسین رضی اللہ عنہ کو بہت ہنسا رہے تھے۔ جب نبی ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا تو آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے گدی سے پکڑ کر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا: «حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا» ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس آدمی سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 144، حسنه الألباني)

نئے پھل کی ابتدا بچوں سے

سیرتِ طیبہ میں نبی ﷺ کے بچوں کے ساتھ محبت کے بہت انوکھے انوکھے انداز ملتے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی نیا پھل شروع ہوتا اور وہ نبی ﷺ کے پاس لایا جاتا تو آپ ﷺ پہلے یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! ہمارے شہر، ہمارے پھلوں، ہمارے ناپ اور پیمائش کے پیمانوں میں برکت فرما۔'' اس کے بعد آپ ﷺ کسی کم عمر بچے کو بلاتے اور وہ پھل اس کو کھلاتے۔

(صحيح مسلم:1373، و سنن ابن ماجه: 3329)

تمھاری چڑیا کہاں ہے؟

نبی ﷺ حال احوال دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں سے مزاح بھی کرتے رہتے تھے۔ ابوعمیر ایک کم سن صحابی تھے۔ اس بچے نے چڑیا کی مانند ایک پرندہ پکڑ رکھا تھا۔ عربی میں اسے نغیر کہتے ہیں۔ یہ بچہ اس پرندے کے ساتھ بہت محبت کرتا تھا۔ یہ اپنا زیادہ تر وقت اس پرندے کے ساتھ کھیل کر گزارتا تھا۔ ایک دن وہ پرندہ فوت ہوگیا۔ یہ بچہ اس پرندے کی جدائی میں بہت افسردہ رہتا تھا۔ نبی ﷺ کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ نبی ﷺ جب اس بچے کے گھر کے پاس سے گزرتے تو مزاحاً اس سے دریافت کرتے: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ» ''اے ابوعمیر! تمھاری چڑیا کا کیا ہوا؟''

(صحيح البخاري :6203)

بچوں کی عیادت

احادیث میں بہت سارے ایسے بچوں کا تذکرہ ملتا ہے جو نبی ﷺ کی خدمت کے لیے ہمہ تن گوش رہتے تھے۔ ان بچوں میں ہمیں ایک ایسے بچے کا ذکر بھی ملتا ہے جو مسلمان تو نہیں تھا مگر نبی ﷺ کی خدمت کے جذبے سے سرشار تھا۔ وہ آپ ﷺ کے لیے وضو کے پانی کا بندوبست کرتا اور آپ ﷺ کے جوتے اٹھاتا۔ گویا کہ وہ یہودی بچہ بھی نبی ﷺ کے جوتے اٹھانے کو اپنے لیے سعادت مندی سمجھتا تھا۔ ایک دن یہ بچہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ نبی ﷺ کے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بچہ سخت بیمار ہے۔ نبی ﷺ کو جب بچے کی بیماری کا علم ہوا تو آپ ﷺ خود چل کر اس بچے کی عیادت کرنے اس کے گھر جاتے ہیں۔ نبی ﷺ جب پہنچتے ہیں تو بچہ جان کنی کے عالم میں تھا۔ آپ ﷺ بچے کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے جب بچے کی حالت دیکھی تو



اسے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بچہ اپنے والد کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا والد، جو یہودی تھا، بچے کو نبی ﷺ کی بات ماننے کا کہتا ہے۔ وہ بچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ بچہ جب کلمہ پڑھتا ہے تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے اور وہ جنت کا وارث بن جاتا ہے۔ نبی ﷺ کلمۂ شکر ادا کرتے ہوئے باہر نکلتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زبانِ اقدس پر یہ الفاظ جاری تھے: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ» ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس بچے کو آگ سے بچایا۔'' (صحيح البخاري: 1356، ومسند أحمد: 227/3)

بچوں کو سلام

عجز وانکسار رسول اللہ ﷺ کی صفت لازمہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کو سلام کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ جب بھی گلی سے گزرتے تو راستے میں کھیلتے ہوئے بچوں کو سلام کرتے۔ (سنن أبي داود: 5202) عموماً ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بچوں کو سلام کرنا معیوب سمجھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

بچے نبی ﷺ کے ساتھ کھیلتے

بچوں کو تو بس کھیلنے کا موقع چاہیے ہوتا ہے۔ بچوں کو جب بھی کوئی نئی یا انوکھی چیز نظر آتی ہے تو وہ اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ کی مہر نبوت بچوں کے لیے ایک نئی چیز ہوتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی اپنے بچوں کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے کر آتے تو وہ مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگ جاتے۔ نبی ﷺ بچوں کو کچھ نہ کہتے اور انھیں کھیلتا رہنے دیتے۔ ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں اپنے ابو کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آئی۔ میں نے زرد رنگ کا قمیض پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ میں نبی ﷺ کی مہر نبوت سے کھیلنے لگ گئی۔ جب میرے ابو نے مجھے دیکھا تو ڈانٹنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو، یعنی اس کو کھیلنے دو۔'' (صحيح البخاري: 5993)

بچے سے اجازت!

یہ بات تو مسلّم ہے کہ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر عادل اور انصاف کرنے والے تھے۔ ہر موقع پر نبی ﷺ نے اس پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دینا چاہا۔ مجلس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور بچے بھی۔ نبی ﷺ چاہتے تھے کہ دودھ بڑوں میں سے کسی کو دیں مگر آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ لحاظ کا تقاضا یہ تھا کہ کسی بڑے کو دیا جائے مگر انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ اس بچے کو دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس بچے سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ کیا میں یہ دودھ بڑوں میں سے کسی کو دے دوں؟ بچے نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! آپ کی بچی ہوئی چیز پر میں کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا۔'' (صحيح البخاري: 5620) اس قدر عظیم سوچ کے مالک یہ بچے ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما'' تھے۔

بچیوں کے عقیدہ کی اصلاح

نبی ﷺ بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی عقیدہ توحید سکھاتے تھے۔ ایک دفعہ نبی ﷺ شادی کی ایک دعوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی بچیاں شہدائے بدر کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ جب بچیوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو انھوں نے ایک جملہ یہ بھی کہا: «وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ» ''ہمارے درمیان ایک ایسا نبی موجود ہے جو کل کی بات بھی جانتا ہے۔'' جس بچی نے یہ جملہ کہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تم یہ بات نہ کہو بلکہ جو اشعار پہلے پڑھ رہی تھی وہی پڑھتی رہو، (اس لیے کہ مجھے کل کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔)'' (صحيح البخاري: 4001)

یتیم بچے کی کفالت...

نبی ﷺ کو بچوں کے ساتھ پیار اور محبت کم نہیں تھا، البتہ یتیم بچوں کے ساتھ تو آپ ﷺ کو بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ اگرچہ بعض لوگ یتیم بچوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان بچوں کو معاشرے میں ایک مقام عطا کیا ہے۔ یتیم بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کی محبت کا جو عالم تھا، اس کا اندازا اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت کی خوشخبری



دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا» ''میں اور یتیم بچے کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ایک ساتھ ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔''
(صحيح البخاري :6005)

تربیت کا انداز

عموماً معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر بچے کوئی غلط کام کریں تو انھیں ''بچے'' جان کر صرف نظر کیا جاتا ہے مگر نبی ﷺ جب بھی کسی بچے میں بری عادت دیکھتے یا اس کی زبان سے کوئی غلط بات سنتے تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ میں تھال میں سے کبھی اپنی جانب سے کھاتا اور کبھی نبی ﷺ کی جانب سے کھانا شروع کر دیتا۔ پورے تھال میں سے جہاں سے میرا دل کرتا کھانا شروع کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے اس طرح کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: «يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» ''اے بچے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور پلیٹ میں سے اپنی جانب سے کھاؤ۔''
(صحيح البخاري :5376)

اسے ڈانٹا نہیں.....

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ کے خدمت گزار بچوں میں سے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی ﷺ نے مجھے کوئی کام کرنے کا حکم دیا، میں نے انکار کر دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا مگر میرے دل میں پکا ارادہ تھا کہ میں یہ کام ضرور کرنے جاؤں گا۔ جب میں وہاں سے نکلا تو راستے میں بچے کھیل رہے تھے۔ میں بھی وہاں کھیلنے لگا۔ میں وہاں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے گدی سے پکڑ لیا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے جو میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اُنیس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں میں نے جانے کا حکم دیا تھا؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! اے اللہ کے رسول! میں ابھی جا رہا ہوں۔'' انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نو سال نبی ﷺ کی خدمت میں گزارے ہیں، اس طویل عرصے میں نبی ﷺ نے مجھے ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ (صحيح مسلم :2310، و سنن أبي داود :4775)

نبی ﷺ نے خود بچے کا چہرہ صاف کیا

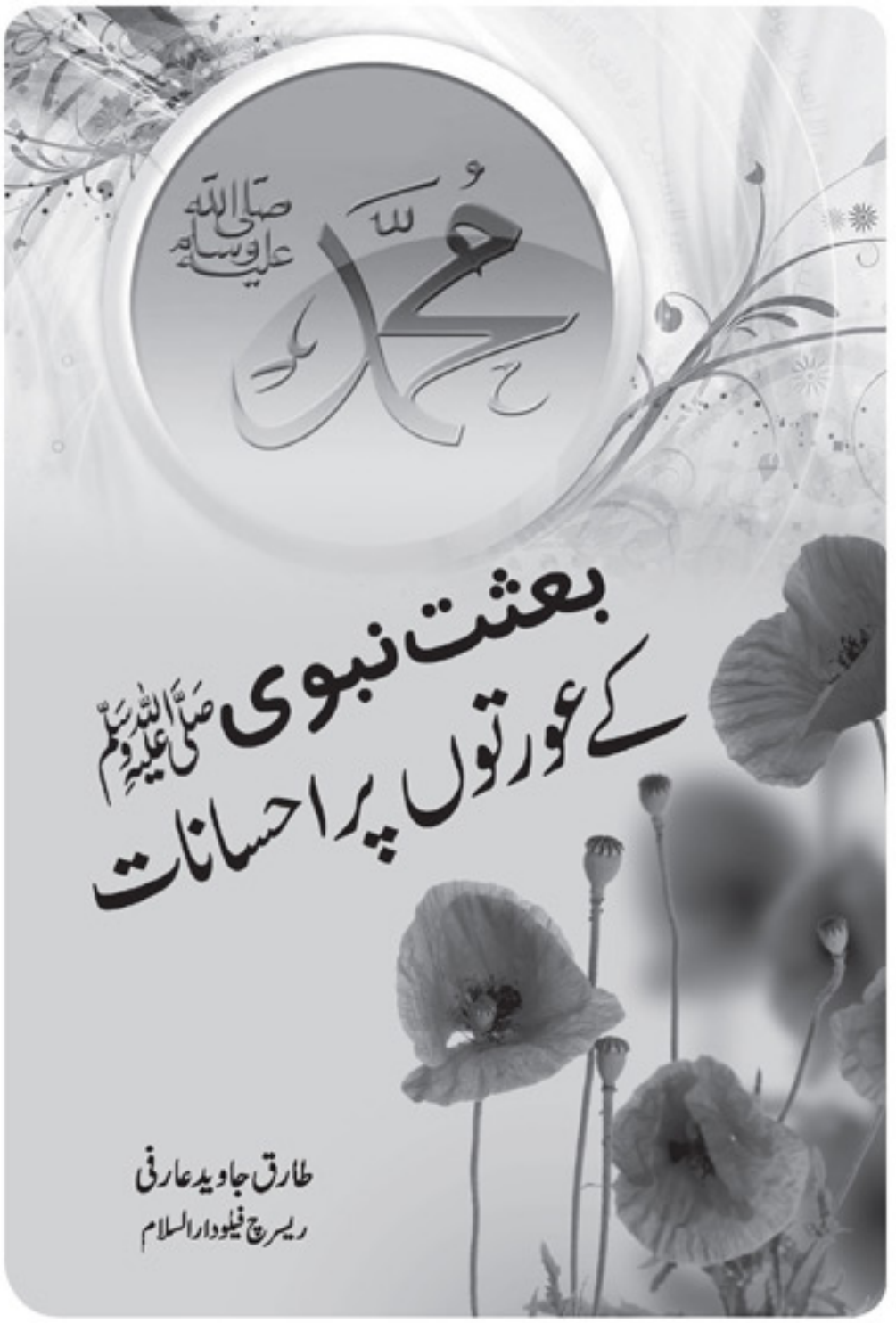
بچوں کو صاف ستھرا رکھنا بھی ان کے ساتھ محبت کا ایک انداز ہے۔ یہ اندازِ محبت ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے بھی ملتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دروازے میں گر پڑے۔ ان کے چہرے پر چوٹ آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا کہ اس کے چہرے کو صاف کر دو، یعنی غبار اور خون وغیرہ صاف کر دو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ زخم کی وجہ سے مجھے کراہت محسوس ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ خود ہی اسامہ کا چہرہ صاف کرنے لگے۔ جو خون وغیرہ اسامہ کے چہرے پر لگا تھا آپ ﷺ نے خود ہی صاف کرنا شروع کر دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور اور اچھے اچھے کپڑے پہناتا یہاں تک کہ اس کی شادی کر دیتا۔'' (سنن ابن ماجه :1976، صححه الألباني)

بچوں کو دعائیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک مرتبہ نبی ﷺ رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے نبی ﷺ کے کہے بغیر ہی آپ ﷺ کے لیے وضو کے پانی کا بندوبست کر دیا۔ آپ ﷺ جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلا سے باہر نکلے تو دیکھا کہ وضو کے لیے پانی پڑا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ پانی کس نے رکھا ہے؟'' آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ یہ عبداللہ نے رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور یہ دعا فرمائی: «اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّين» ''اے اللہ! اس (بچے) کو دین میں فقاہت عطا فرما۔'' (صحيح البخاري :6143، ومسند أحمد:1/335) رسول اللہ ﷺ کی اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ''فقیہ امت'' کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔

بچوں کی وفات اور جنت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس مسلمان آدمی کے تین بچے بلوغت سے پہلے ہی فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔''
(صحيح البخاري: 1248) ایک دوسری روایت میں یہی خوشخبری دو بچوں کی وفات پر بھی بیان ہوئی ہے۔ (صحيح البخاري: 1249)



نبی کریم ﷺ کی بعثت کی صورت میں رحمتِ الٰہی کا ابرِ کرم روئے زمین پر برسا جس نے ہر خاص و عام کو فیض پہنچایا اور خشک و تر کو سیراب کیا مگر اس کا سب سے زیادہ فیض معاشرے کے مظلوم، حقوق سے محروم لوگوں اور عورتوں کو پہنچا۔ اس لیے کہ آمدِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل عورت ہر طرح کے تمدنی، معاشرتی اور معاشی حقوق سے محروم تھی بلکہ اسے منبع شر و فساد گردانا جاتا تھا۔ عورت کی حیثیت کے متعلق سابقہ تہذیبیں کیا کہتی ہیں؟ اس پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تاکہ عورتوں پر بعثت نبوی ﷺ کے احسانات صحیح صورت میں نمایاں ہو کر سامنے آ سکیں۔

قدیم تاریخ کے متعلق مفصل اور مستند معلومات ہمیں یونانیوں اور رومیوں کے عہد سے ملتی ہیں۔ انھوں نے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں اس قدر ترقی کہ اس کی بنیاد پر بہت سی تہذیبیں اور بہت سے علوم وجود میں آئے۔ لیکن اس قدر ترقی کے باوجود ان کے ہاں عورت کا مقام نہایت ہی پسند تھا۔ ان کے ہاں عورت کی قدر و قیمت کیا تھی؟ اور وہ اپنے درمیان اس کو کیا حیثیت دیتے ہیں، اس کا اندازہ ان کے ان اقوال سے لگائیں: ''آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے، لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔'' ایک یونانی ادیب لکھتا ہے: ''دو موقعوں پر عورت، مرد کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے، ایک شادی کے دن اور دوسرے اس کے انتقال کے دن۔''

تہذیب و تمدن کے ان مراکز میں جب اس صنف نازک کی مظلومیت اور بے چارگی کا یہ حال تھا تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تہذیب و تمدن سے نا آشنا ''عرب'' میں وہ کسی درجہ بے کس و بے بس رہی ہوگی۔

عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی، اس نے گھر ہی کو منحوس سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا۔
(تفسیر کبیر:435/7)

یہودیوں کے ہاں عورت کا مقام بڑا ہی گھٹیا ہے۔ وہ عورت کو گناہ اور برائی کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا: ''کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟'' تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا: ''جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔'' تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حوا سے کہا: ''میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور



تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔'' (پیدائش، باب:3)

عیسائیت کی روش عورت کے ساتھ اور بھی زیادہ ناپسندیدہ رہی ہے۔ عورت کے بارے میں عیسائیت کے جذبات کا اندازہ طرطولین کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے: ''عورتو! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوّا ہے۔ خدا کا فتویٰ جو تمھاری جنس پر تھا، وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہوگا۔ تو تم شیطان کا دروازہ ہو۔ تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر، یعنی مرد کو ضائع کیا۔''

ہندومت نے تو عورت کی تذلیل اور تحقیر کی انتہاء کر دی۔ ہندوستان کے مشہور مقنن منوراج نے عورت کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: ''جھوٹ بولنا، بغیر سوچے سمجھے کام کرنا، فریب، حماقت، طمع، ناپاکی، بے رحمی یہ سب عورت کے جبلی (فطری) عیب ہیں۔'' بلکہ ہندو عورتوں کا تو دھرم ہی ''پتی ورتا'' ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر ہی اس کا معبود و آقا ہے۔ اس لیے مرد (شوہر) کی موت کے ساتھ ہی اس کی بیوہ کو بھی ''ستی'' (جلا) کر کے زندگی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

بدھ مت کے نزدیک عورت سے تعلق رکھنے والا انسان کبھی نِروان (فنا فی اللہ کا مقام) حاصل نہیں کر سکتا۔ چین، ایران، مصر اور دوسرے تمام انسانی تہذیب کے مراکز کا بھی یہی حال تھا کہ عورت ہر جگہ باعثِ عار اور موجبِ ذلت تھی۔ بیٹی کی پیدائش باپ کے لیے بدترین خبر تھی۔ سسرالی رشتے ذلیل سمجھے جاتے تھے، چنانچہ سالے اور سسر کے الفاظ اسی تخیل کی بنا پر بطور گالی استعمال ہونے لگے۔ صدیوں کی اس غلامی، بے بسی اور بے چارگی کی وجہ سے خود عورت بھی اپنی عزتِ نفس بھول چکی تھی۔ وہ اپنے حال پر قانع ہر وقت ظلم و ستم سہنے کے لیے تیار رہتی تھی۔

ایسے عالم میں جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ نے دیگر اصلاحات کے ساتھ عورت کے حقیقی تشخص کو بھی واضح فرمایا۔ اور اسے اس کا کھویا ہوا مقام و مرتبہ دلانے کی بھرپور سعی فرمائی۔ اس کے متعلق غلط اور فرسودہ نظریات کی تردید فرمائی اور اس کے شرف و مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: «اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ» ''دنیا ساری کی ساری متاع (ساز و سامان) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (صحيح مسلم: 1469)

عورت کی اس تکریم کے بعد اسے اللہ کی طرف سے عطا کردہ تمام شخصی حقوق دینے کا اعلان فرمایا جس کی وہ مستحق تھی۔ اس طرح عورت کی صحیح تصویر پہلی دفعہ کائنات کے سامنے اپنی اصلی صورت میں واضح ہوئی۔ وہ حقوق یہ ہیں:

① جینے کا حق

عورت بھی زندہ رہنے کا اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا ایک مرد کو حاصل ہے۔ دورِ جاہلیت میں بچوں کو زندہ درگور کرنے کی جو ظالمانہ رسم جاری تھی، اس پر سختی سے پابندی لگا دی اور ایسے کرنا جرم اور حرام قرار دیا۔ ارشادِ نبوی ہے: «اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّ هَاتِ» ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور خود بخل سے کام لینا اور دوسروں سے مانگتے رہنے کو حرام قرار دیا ہے۔'' (صحيح البخاري: 5975، و صحيح مسلم: 593)

② پرورش اور کفالت کا حق

اسلام سے قبل بچی کو بوجھ اور منحوس تصور کیا جاتا تھا اور اس کی پرورش پر توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سوچ کو یکسر بدل کر رکھ دیا، بچی کی پرورش کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ صبر و شکر کے ساتھ انھیں کھلائے پلائے، اور اپنی حیثیت کے مطابق انھیں لباس مہیا کرے، روزِ قیامت وہ (بیٹیاں) اس کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔'' (سنن ابن ماجه: 3669) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دو بچیوں کو پال پوس کر جوان کیا، وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح اکٹھے ہوں گے (آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا) جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔'' (صحيح مسلم: 2631)

③ تعلیم و تربیت کا حق

عورتوں کی تعلیم و تربیت پر آپ ﷺ نے خصوصی توجہ فرمائی۔ حتی کہ عورتوں نے یہ مطالبہ

کر دیا کہ ہماری تعلیم و تربیت کے لیے کوئی دن مقرر فرمائیں تو آپ ﷺ نے ایک دن ان کی تعلیم و تربیت کے لیے خاص کر دیا۔ (صحیح البخاري:101) عیدین میں آپ ﷺ نے تمام خواتین کی شرکت کو ضروری قرار دیا۔ یہاں تک کہ شرعی عذر کی بنا پر نماز نہ پڑھنے والی خواتین کو بھی اس اجتماع میں شرکت کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ مردوں سے خطاب فرمانے کے بعد خواتین کے ہاں تشریف لے جاتے، انھیں وعظ و نصیحت فرماتے اور صدقہ کی ترغیب دیتے۔ (صحیح البخاري: 98) اس سے اندازہ کیجیے کہ نبی رحمت ﷺ کو عورتوں کی تعلیم و تذکیر کا کس درجہ خیال تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم و تربیت کی اس خدمت پر اپنے کسی نمایندے کو مامور فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عورتوں کو نصیحت کرنے کے لیے بھیجا۔

(سنن أبي داود:1139)

عورت کی تعلیم گاہ اور اس کی تربیت کا مقام اس کا اپنا گھر ہے۔ اس لیے شریعت نے والدین اور شوہر کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اس کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھائیں اور غلط کاری سے بچائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔'' (التحریم 6:66)

یہاں ''اہل'' سے مراد اصلاً بیوی ہے اور اسے آتشِ دوزخ سے بچانے کا ذریعہ سوائے تعلیم و تربیت کے اور کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے نبی کریم ﷺ علم دین کی تحصیل کے لیے آنے والوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ واپس جا کر اپنے گھر والوں کو بھی ان احکام سے آگاہ کرو۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم چند نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں واقفیتِ دین کی غرض سے رہے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہمیں گھر جانے کی جلدی ہے تو فرمایا: «اِرْجِعُوا إِلٰى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيمُوا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ» ''اپنے بیوی بچوں کی طرف جاؤ اور ان میں رہو اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان پر عمل کرنے کا حکم دو۔''

(صحیح البخاري:631)

بلکہ آپ ﷺ نے فکری اور عملی اعتبار سے اس پس افتادہ صنف کو آگے بڑھانے کی مختلف پہلوؤں سے ترغیب دلائی اور اس سلسلے میں بے پایاں ثواب کی بشارت سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کے لیے دوگنا اجر ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کے پاس کوئی باندی ہو، وہ اس کو ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے، تعلیم دے اور بہتر تعلیم دے، پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے۔''

(صحیح البخاري: 97) اس حدیث کی رو سے ایک ثواب کا مستحق وہ شخص بھی ہو گا جو آزاد بیوی کی تعلیم و تربیت میں کوشاں ہے۔ کیونکہ وہ حدیث کے ایک پہلو کی تکمیل کر رہا ہے۔ اسی لیے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے: «بَابُ تَعْلِيْمِ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَ أَهْلَهُ» ''آدمی کا اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دینا۔''

④ انتخاب شوہر کا حق

جب لڑکی بالغ ہو جائے تو وہ یہ حق رکھتی ہے کہ اس کے والد (یا سرپرست) اس کے لیے مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کریں اور شادی کے جملہ اخراجات بھی برداشت کریں۔ رشتہ تلاش کرنے کے دوران ضروری ہے کہ لڑکی کی رائے اور پسند کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ اس حوالے سے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کر لیا جائے۔ اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کی اجازت سے۔'' صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیا ہے؟ فرمایا: ''یہی کہ خاموش رہے۔''

(صحیح البخاري:5136، 6970)

اگر لڑکی کی رائے معلوم کیے بغیر اس کی شادی کر دی جائے اور وہ اس رشتے سے راضی نہ ہو تو اسے مکمل اختیار ہے کہ عدالت سے رجوع کر کے اس بندھن سے آزاد ہو جائے۔ خود عہدِ نبوی ﷺ میں ایسے واقعات پیش آئے جن میں لڑکیوں کی رائے کو اہمیت نہ دی گئی اور ان سے ان کی رضا معلوم نہ کی گئی تو آپ نے ان کے شکوے پر انھیں اس بندھن کو قائم رکھنے اور ختم کرنے کا اختیار دے دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک جوان کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے بتایا کہ اس کے والد نے اس کی شادی کر دی ہے مگر وہ اسے ناپسند کرتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے



اختیار دے دیا۔ (سنن أبي داود: 2096) سنن ابن ماجہ میں سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کا واقعہ اس سے کچھ مختلف تفصیل سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان لڑکی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تا کہ میرے ذریعے سے اس کا مقام بلند ہو جائے۔ آپ ﷺ نے لڑکی کو (نکاح ختم کرنے کا) اختیار دے دیا۔ تب اس نے کہا: میں اپنے والد کے کیے ہوئے نکاح کو قبول کرتی ہوں لیکن میں چاہتی ہوں کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے باپوں کو (اس حوالے سے) کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجه: 1874)

سیدہ خنساء بنت خِذام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کی شادی کر دی جبکہ وہ بیوہ تھیں۔ انھوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کو فسخ (ردّ) کر دیا۔ (سنن أبي داود: 2101)

⑤ شوہر سے علیحدگی کا حق

قبل از اسلام شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا نہ بساتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس انداز سے عورتوں کی ایذا رسانی کا بھی خاتمہ فرما دیا۔ بیوی اگر کسی معقول وجہ سے اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہے تو اسلام اسے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کا مکمل حق دیتا ہے۔ اسے خلع کہا جاتا ہے۔ خلع کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر خاوند اس مطالبے کو تسلیم نہ کرے تو وہ عدالت سے رجوع کرے۔ عدالت بھی خاوند کو طلاق دینے کا حکم دے، اگر خاوند مان لے تو ٹھیک وگرنہ عدالت نکاح فسخ کر دے اور حق مہر خاوند کو لوٹا دے۔ اس طرح نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت خلع کی عدت (ایک حیض) گزارنے کے بعد آگے نکاح کر لے۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی حبیبہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین میں کوئی عیب نہیں نکالتی لیکن میں اسلام (کی موجودگی) میں نافرمانی اور ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں۔ (لہٰذا میں اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی) آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''اس سے کچھ مال لے لو اور اسے علیحدہ کر دو۔''

انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا یہ صحیح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انھوں نے کہا: میں نے اسے حق مہر میں دو باغ دیے ہیں اور وہ اسی کے قبضے میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دونوں لے لو اور اسے علیحدہ کر دو۔'' تو انھوں نے ایسے ہی کیا۔ (صحيح البخاري: 5273، و سنن أبي داود: 2228)

⑥ حسنِ سلوک کا حق

ایک چھت تلے عورت بالعموم چار حیثیتوں میں زندگی گزارتی ہے: بحیثیت بیٹی، بحیثیت بہن، بحیثیت بیوی اور بحیثیت ماں۔ ان چاروں حیثیتوں میں نبی رحمت ﷺ نے عورت کے ساتھ عزت و تکریم اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تلقین کی ہے۔ بحیثیت بیٹی، عورت کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق احادیث ''پرورش اور کفالت کا حق'' اور ''تعلیم و تربیت کا حق'' کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ بحیثیت بہن، بھائیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بہن کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اس کی اچھی تربیت کریں اور دیگر ضروریات زندگی اسے فراہم کریں۔ اس حوالے سے آپ ﷺ نے بھائیوں کو رغبت دلاتے ہوئے یوں ثواب کی نوید سنائی: ''جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔'' (الأدب المفرد: 79)

بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی نبی کریم ﷺ کی ترغیب اور اس پر ملنے والے بے پایاں اجر و ثواب کا نتیجہ تھا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے صرف بہنوں کی تربیت کی خاطر ایک بیوہ عورت سے شادی کی۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: ''تم نے کیسی عورت سے شادی کی ہے؟ کنواری سے یا دوہاجو سے؟'' کہا: دوہاجو سے۔ فرمایا: ''کنواری سے شادی کیوں نہیں کی۔ وہ تمھارے ساتھ دل لگی کرتی اور تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے۔'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! غزوۂ احد میں میرے والد گرامی وفات پا گئے اور پیچھے نو بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں۔

لہٰذا اب میری نو بہنیں ہیں۔ اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ میں انھی کی طرح کی ایک اور لڑکی ان کے پاس لے آؤں۔ بلکہ میں ایسی خاتون چاہتا تھا جو ان کی دیکھ بھال کرے اور ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرے۔ آپ ﷺ نے ان کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: «أَصَبْتَ» ''تم نے بہت اچھا کیا۔'' (صحيح البخاري: 4052)

بحیثیت بیوی آپ ﷺ نے عورت کو جو مقام و مرتبہ اور عزت و شرف بخشا ہے، دنیا میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ بیوی جسے معاشرے میں جوتی کے برابر سمجھا جاتا تھا کہ جب چاہا پہن لی اور جب چاہا اتار لی۔ اس بیوی کے اعزاز کے لیے یہی بات کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو بہترین آدمی قرار دیا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی) کے لیے بہترین ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں۔'' (جامع الترمذي: 3895)

آپ ﷺ نے نہ صرف بیوی کے حقوق پورا کرنے کے ترغیب دلائی بلکہ بیوی پر خرچ ہونے والے پیسے کو بہترین پیسہ قرار دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دینار وہ ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام آزاد کرانے میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل (بیوی) پر خرچ کیا۔ اجر و ثواب کے لحاظ سے وہ دینار سب سے افضل ہے جسے تم نے اپنے اہل پر خرچ کیا۔'' (صحيح مسلم: 995)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: بیوی کے خاوند پر کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب خود پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو (بضرورت الگ کرنا پڑے تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرو۔''
(سنن ابن ماجه: 1850)

اور بحیثیت ماں جس قدر عورت کی قدر و منزلت نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے، کسی مذہب و ملت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے تین بار اس سے یہی فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اور چوتھی بار فرمایا: ''تیرا والد۔'' (صحيح البخاري: 5971، و صحيح مسلم: 2548)

مال کے لیے اس سے بڑا اعزاز کوئی نہیں ہوسکتا کہ جنت اس کے قدموں تلے رکھ دی گئی ہے۔ یعنی خدمتِ ماں کے بغیر جنت میں داخلے کا سوچنے والا احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ سیدنا جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جہاد میں جانے کا ارادہ کیا ہے اور آپ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمھاری والدہ حیات ہیں؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت اس کے قدموں تلے ہے۔''
(سنن النسائی: 3106)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قراءت سنی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ''ماں کے ساتھ نیکی کا یہی فائدہ ہوتا ہے۔'' اسی حدیث میں ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے۔
(المصنف لعبدالرزاق: 20119، و مسند أحمد: 151/6، 166)

⑦ تمدنی حقوق کا تحفظ

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عورت کی حیثیت گھریلو استعمال کی اشیاء سے زیادہ نہ تھی۔ اس کو اپنے کسی معاملے کا اختیار نہ تھا۔ اسے اپنے رشتہ داروں کی میراث سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا۔ وہ مردوں کی ملکیت تصور کی جاتی تھی، خود کسی چیز کی مالک نہ تھی۔ اسے مرد کی اجازت کے بغیر کسی قسم کے تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا، ہاں اس کے شوہر کو اختیار تھا کہ اس کے مال کو جہاں چاہے اور جس طرح چاہے خرچ کر ڈالے اور اس کو پوچھنے کا بھی کوئی حق نہ تھا۔ قربان جایئے رحمۃ اللعالمین ﷺ پر جنھوں نے دنیا والوں کی آنکھیں کھولیں اور انھیں عدل و انصاف کے ضابطے فراہم کیے۔ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے لازم کیے جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اس کو خود مختار بنایا۔ وہ اپنی جان و مال کی ایسی ہی مالک قرار دی گئی جیسے مرد ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا:



''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو! تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی سزا دو جس سے جسم پر نشان نہ پڑے اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ انھیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔'' (صحیح مسلم: 1218)

اور ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا: ''تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا ہر ایک کا حق ادا کرو۔'' (صحيح البخاري: 5199، وصحيح مسلم: 1159)

⑧ معاشی حقوق کا تحفظ

نبی کریم ﷺ نے عورت کو معاشی مضبوطی اور استواری بھی عطا کی۔ اس کو گھر کے محاذ پر جمے رہنے کی تلقین کی۔ اس کا نان ونفقہ مرد پر لازم قرار دیا۔ باپ، بیٹا، بھائی اور شوہر سب کی وراثت میں اسے حق دار ٹھہرایا۔ شوہر سے اسے حق مہر دلایا۔ ان تمام کی ادائیگی کی بنا پر عورت معاشی طور پر مستحکم اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی وراثت اور حق مہر کی خود مالک ہے۔ نہ شوہر اس میں دخل دے سکتا ہے اور نہ باپ۔ اسی طرح اگر وہ تجارت کر کے یا محنت مزدوری کر کے کچھ کما لے تو اس کی بھی وہ مالک ہے۔ اس میں سے وہ بطور صدقہ اپنے شوہر اور بچوں کو دے کر عنداللہ دہرے اجر کی مستحق بن سکتی۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سلائی کڑھائی کا کام کرتی تھیں جس سے ان کے ہاں کچھ مال جمع ہو جاتا تھا۔ انھوں نے اپنا مال اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرنے کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم ان پر خرچ کرو اور تمھارے لیے دگنا اجر ہے۔ ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا قرابت داری نبھانے کا۔'' (صحیح مسلم: 1000)

⑨ عزت وعصمت کا تحفظ

عورت کی فطری لطافت اور نزاکت کے پیش نظر نبی رحمت ﷺ نے اس کی آبرو کو بھرپور تحفظ فراہم کیا ہے۔ عورت کی عفت و عصمت کو اس کی قیمتی متاع قرار دیا ہے۔ بیٹی ہونے کی حیثیت سے باپ پر، بہن ہونے کی حیثیت سے بھائیوں پر اور بیوی ہونے کی حیثیت سے شوہر پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ عورت کی آبرو کی حفاظت کرے اور اسے چادر اور چار دیواری کا پورا ماحول فراہم کرے۔ جو شخص اپنی عورت (بیٹی، بہن، بیوی) کی آبرو کا خیال نہیں رکھتا، نبی کریم ﷺ نے اسے دَیُّوث (بے غیرت) قرار دیا ہے۔ اور اسے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: «ثَلَاثَةٌ لَّا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوثُ وَرَجِلَةُ النِّسَاءِ» ''تین طرح کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ والدین کا نافرمان، عورتوں کی مشابہت کرنے والا مرد اور دیوث۔'' ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا: ''دیوث وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی، بیٹی اور بہن) میں بے حیائی اور خباثت کو برقرار رہنے دیتا ہے۔'' (المستدرك للحاكم: 146/4، مسند أحمد: 69/2، 128، ومجمع الزوائد: 147/8)

اللہ رب العزت نے اپنے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے سے عورتوں پر ان کے مقام وشرف اور حقوق و واجبات کی بحالی کی صورت میں جو احسانِ عظیم کیا ہے، تمام عورتوں کو اس پر بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر بجالانا چاہیے۔ اور بارگاہِ ایزدی میں صدقِ دل سے یہ عہد کرنا چاہیے کہ وہ محسنِ خواتین ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھیں گی، پڑھائیں گی، خود اس پر عمل کریں گی اور دوسروں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں گی۔ اگر ہماری خواتین میں سیرت طیبہ سے لگاؤ اور اس پر عمل کا جذبہ بیدار ہو جائے تو واللہ! ان کے تمام مسائل حل ہو جائیں اور حیات دنیوی واخروی کامیابیوں کا مرقع بن جائے۔

اگر تعلیماتِ نبوی تیرے پیش نظر ہو
تو حل ہو جائیں سب تیرے مسائل
رہے باقی نہ ہرگز کوئی مشکل
نہ ہو گر بے یقینی اس میں حائل

ترکی: سکارف پر پابندی ختم

ترکی میں مذہبی سکولوں میں طالبات کے سکارف پہننے پر عائد پابندی ختم کر دی گئی ہے۔ دیگر سکولوں میں بھی طالبات اسلامی تعلیمات کے دوران سکارف پہن سکیں گی۔ (جنگ: 29-11-2012)

جب میدانِ عرفات میں جمعہ کے روز بوقتِ عصر تکمیلِ دین کی آیت: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ 3:5) اور پھر اس کے بعد انھی ایام میں سورۂ النصر ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (النصر 3:110) نازل ہوئیں تو ان میں اللہ کی طرف سے اب دنیا سے رخصتی کا آپ ﷺ کو اشارہ بھی تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آپ سے یہ سنیں تو سمجھ گئے کہ اب نبی ﷺ ہم میں زیادہ عرصہ نہیں رہیں گے، اس وجہ سے وہ بہت مغموم ہوئے اور کئی صحابہ رونے لگے، چنانچہ آپ ﷺ اس کے بعد 81 روز زندہ رہے۔ (تفسیر عثمانی رحمہ اللہ) رحلت سے پانچ روز قبل نبی ﷺ کے خطبہ سے اشارہ پا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت روئے۔ (صحيح البخاري: 466) حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں فراق کے ایک اشارے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا!

نبی کریم ﷺ کی جدائی تو کھجور کا وہ تنا بھی برداشت نہ کر سکا جس کا سہارا لے کر آپ ﷺ خطبہ دیتے تھے تو شمع رسالت کے پروانوں کا کیا حال ہوا ہو گا جو دن رات آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا: ''جس نے یہ کہا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو مطمئن کیا۔'' (صحيح البخاري: 1241)

رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے انس رضی اللہ عنہ! تم نے اللہ کے رسول ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کیا؟ (صحيح البخاري: 4462)

خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی وفات کے بعد مسلسل کمزور و ناتواں ہوتے چلے گئے تو کسی نے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ کیا حال ہو گیا ہے؟ تو فرمایا: نبی ﷺ کی جدائی نے کمزور اور بوڑھا کر دیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی تشریف آوری کے دن سے زیادہ حسین و روشن دن کبھی نہ دیکھا تھا اور اس طرح وفات کے دن سے برا اور اندھیرے والا دن کبھی نہ دیکھا تھا۔ نبی ﷺ کو دفن کرنے کے بعد ہم ابھی اپنے ہاتھوں کی مٹی بھی نہ جھاڑ پائے تھے کہ ہمارے دلوں میں فیوضات نبوی بند ہونے کی وجہ سے کچھ اوپرا پن پیدا ہو گیا تھا۔ (جامع الترمذي: 547)

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ کی جدائی کے باعث رونا

وفات نبوی کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ جب دونوں اس خاتون کے پاس پہنچے تو وہ نبی ﷺ کے خیال میں جدائی کے باعث پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے سمجھا کہ یہ شاید آپ کی وفات کے سبب رو رہی ہے۔ دونوں نے پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ کے ہاں بہتر چیز موجود ہے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: میں جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ مگر میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ نبی ﷺ کی رحلت سے اب سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی اور دونوں رو دیے۔ (صحيح مسلم: 2454)

قارئین کرام! آپ کی رحلت کے بعد جو حالات و واقعات رونما ہوئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ مدینہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہوں پر چلے گئے کہ





نہ نبی ﷺ کی قبر سامنے ہو، نہ وہ جگہیں نظر آئیں جہاں نبی ﷺ اٹھتے بیٹھتے، وعظ وارشاد فرماتے، درس وتدریس فرماتے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے گفتگو کرتے تھے۔ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کی جدائی کے غم کے باعث یہ حال تھا۔

نبی ﷺ کی رحلت پر خوشی منانے والو! ذرا موازنہ کرو اپنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا..... کچھ تو عقل سے کام لو! ذرا سوچو کہ ایک محلے میں کسی گھر میں کسی کی وفات ہو جائے تو پورا محلہ ٹیپ، ریڈیو اور دیگر خوشی کی تقریبات بند کر دیتے ہیں گویا میت والے گھر کے ساتھ دوسرے بھی فضائے سوگ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ تو رہی ایک عام شخص کی موت۔ اور ادھر اس انسان کامل اور امامِ انبیاء کی موت سے موازنہ کرو جس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ''اے ساری دنیا کے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (رہبر ورہنما اور سراجِ منیر) بن کر آیا ہوں۔'' (الاعراف 7: 158)

اللہ اللہ! کیا یہ معمولی نام ہے؟ تو کیا ایسے عظیم المرتبت پیغمبر کی موت کو بطورِ خوشی منایا جائے؟ یا للعجب!

معزز قارئین! فطری بات ہے کہ کوئی ارفع و اعلیٰ، قیمتی اور نایاب چیز کے کھو جانے سے خوشیاں نہیں منائی جاتیں، نہ بھنگڑے ڈالے جاتے ہیں اور نہ حلوے جلیبیاں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ یہ بات ہی عقل کے خلاف ہے۔

بہت سے آئے نظر لیکن سہیلؔ اس شان کا بندہ
نہ بالائے فلک پایا نہ زیر زمیں دیکھا

تاریخ اسلام پڑھیں کہ خلفائے راشدین کے ادوار میں ولادتِ مصطفےٰ ﷺ کا دن کتنی ہی بار آیا، مثلاً: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں 2 بار، عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں 10 بار، عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں 12 بار، علی رضی اللہ عنہ کے دور میں 4 بار، تو کسی نے بھی آپ کی ولادت کا دن نہیں منایا۔ اگر یہ منانا جائز ہوتا تو وہ ضرور مناتے بلکہ آپ نے اپنی 63 سالہ زندگی میں نہ کبھی خود یہ دن منایا اور نہ ہی اس کے منانے کا حکم دیا۔ پھر تاریخ پڑھیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین میں سے کسی نے بھی یہ دن نہ منایا۔ اس رسم کا اجرا خطہ عرب میں 1883ء میں اور برصغیر پاک و ہند میں 1927ء میں ہوا۔ جس کا آغاز رنگون سے ہوا تھا اور وہاں سے پھر پاک و ہند میں منتقل ہوا۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بڑے دھڑلے سے نبی ﷺ کی رحلت کے دن کو بطورِ خوشی مناتے ہیں۔ کئی روز لگاتار چراغاں کرتے ہیں اور عجیب عجیب جدید طریقوں سے اسے مناتے ہیں کہ مسجدوں اور گلی محلوں میں وہ مناظر اور شور کہ الامان والحفیظ۔ مسجدوں میں مَیں نے مشاہدہ کیا کہ عبادت بھی بے لطف ہو کے رہ گئی ہے۔ مصلےٰ امام کے سامنے اور دائیں بائیں جلتے بجھتے رنگدار قمقمے اور قندیلیں۔ نمازوں میں محویت ہی سلب ہو کر رہ جاتی ہے۔

یومِ میلاد کا ایک تاریخی پہلو

مسلمانوں میں معروف ہے کہ آپ ﷺ 22 اپریل 571ء میں بروز پیر پیدا ہوئے جبکہ محققین کے مطابق 22 اپریل 571ء، 12 ربیع اوّل عام الفیل میں سوموار کا دن نہیں بنتا بلکہ جمعرات بنتا ہے۔ سوموار کا دن 9 ربیع الاوّل کو آتا ہے، اس لیے آپ کی پیدائش 9 ربیع الاوّل ہے نہ کہ 12 ربیع الاوّل۔

تاریخِ وفات کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ 12 ربیع الاوّل ہی ہے۔ خصوصاً آپ کے یومِ پیدائش کے بارے میں سیرتِ نبوی ﷺ پر عالمی انعام یافتہ کتاب الرحیق المختوم کے مصنف علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تحقیق ہے اور اس کے علاوہ محمد سلیمان منصور پوری اور محمود پاشا فلکی کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ اگر منشائے الٰہی یہی ہوتا کہ امتِ محمدیہ اپنے نبی ﷺ کا یومِ پیدائش بطورِ عید منائے تو کم از کم اس تاریخ کے بارے اختلاف نہ ہوتا۔ دوسری طرف آپ کی رحلت 12 ربیع الاوّل کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں۔ اسی لیے تو ''بارہ وفات، بارہ وفات'' کا نام عام سنتے آ رہے ہیں لیکن 12 ربیع الاوّل آپ کا یومِ میلاد ہو نہ ہو مگر یہ دن آپ ﷺ کا یومِ رحلت ضرور ہے اور یہی ہے۔

مگر ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیں کہ اس سنگدل امت نے (الا ماشاء اللہ) اپنے نبی ﷺ کے یومِ رحلت کو یومِ میلاد (یومِ عید) بنا ڈالا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی طرح، جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش کو عید مناتے ہیں، ان کی دیکھا دیکھی نبی ﷺ کے یومِ پیدائش کو عید بنا ڈالا اور جوشِ نقالی میں وہ یہ بھی غور نہ کر سکے کہ یومِ پیدائش کو عید منا رہے ہیں یا یومِ وفات کو۔